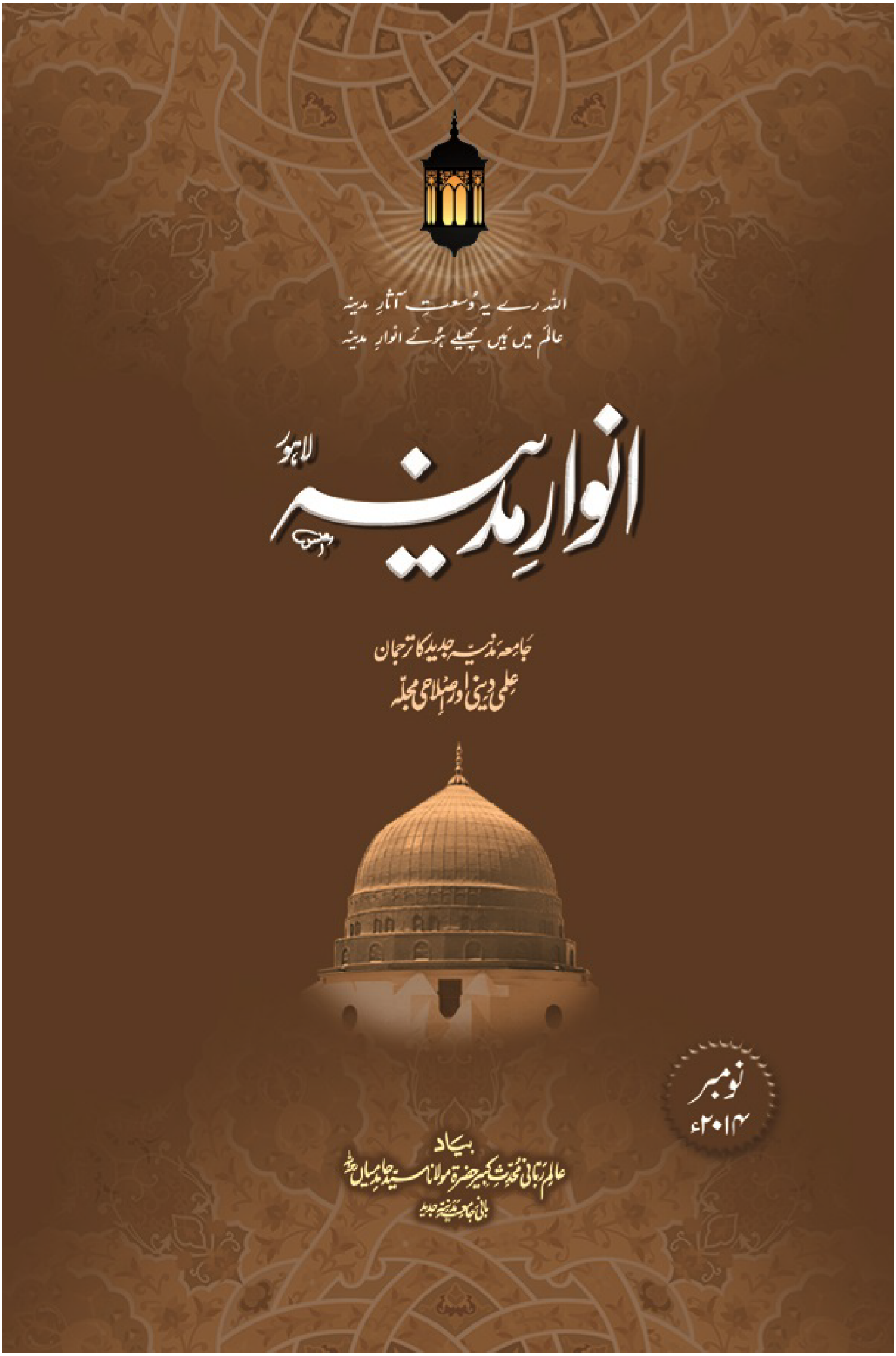
اللہ رے یہ وُسعتِ آثارِ مدینہ
عالَم میں ہیں پھیلے ہُوئے انوارِ مدینہ
انوارِ مدینہ
لاہور
جامعہ مدنیہ جدید کا ترجمان
علمی دینی اور اِصلاحی مجلّہ
نومبر
۲۰۱۴ء
بیاد
عالمِ ربّانی محدثِ کبیر حضرۃ مولانا سیّد حامد میاں
بانی جامعہ مدنیہ جدید

ماہنامہ

انوار مدینہ

شمارہ : ۱۱	محرم الحرام ۱۴۳۶ھ / نومبر ۲۰۱۴ء	جلد : ۲۲

سیّد مسعود میاں	سیّد محمود میاں
نائب مُدیر	مُدیر اعلیٰ

بدلِ اشتراک

پاکستان فی پرچہ 25 روپے......سالانہ 300 روپے

سعودی عرب، متحدہ عرب امارات.....سالانہ 50 ریال

بھارت، بنگلہ دیش .... سالانہ 13 امریکی ڈالر

برطانیہ، افریقہ .... سالانہ 13 ڈالر

امریکہ .... سالانہ 16 ڈالر

جامعہ مدنیہ جدید کی ویب سائٹ اور ای میل ایڈریس

www.jamiamadniajadeed.org

E-mail: jmj786_56@hotmail.com

ترسیلِ زر و رابطہ کے لیے

"جامعہ مدنیہ جدید" محمد آباد 19 کلومیٹر رائیونڈ روڈ لاہور

اکاؤنٹ نمبر انوارِ مدینہ 2-7914-100-020-0954

مسلم کمرشل بنک کریم پارک برانچ راوی روڈ لاہور (آن لائن)

رابطہ نمبر: 042-37726702,03334249302

جامعہ مدنیہ جدید (فیکس) : 042 - 35330311

خانقاہِ حامدیہ : 042 - 35330310

فون/فیکس : 042 - 37703662

موبائل : 0333 - 4249301

مولانا سیّد رشید میاں صاحب طابع وناشر نے شرکت پرنٹنگ پریس لاہور سے چھپوا کر

دفتر ماہنامہ "انوارِ مدینہ" نزد جامعہ مدنیہ کریم پارک راوی روڈ لاہور سے شائع کیا

اس شمارے میں

حرفِ آغاز		۴
درسِ حدیث	حضرت اَقدس مولانا سیّد حامد میاں صاحب	٦
اِسلام کیا ہے ؟	حضرت مولانا محمد منظور صاحب نعمانی	۱۵
پیارے بچوں کے لیے قرآن کے پیارے قصے	حضرت مولانا شیخ مصطفٰی صاحب وہبہ	۲۱
سیرت خلفائے راشدین	حضرت مولانا عبدالشکور صاحب فاروقی لکھنوی	۲۵
فرقہ وَاریت کیا ہے، کیوں ہے اور سدِّ باب کیا ہے	حضرت مولانا منیر اَحمد صاحب	۳۲
اِسلامی معاشرت	حضرت مولانا مفتی محمد سلمان صاحب منصور پوری	۴۷
فضائلِ سورۂ اِخلاص	الشیخ محمد یوسف بن عبداللہ الارمیونی	۵۲
حاصلِ مطالعہ	حضرت مولانا نعیم الدین صاحب	۵۷
اَخبار الجامعہ		٦۴

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حرفِ آغاز

سیّد محمود میاں

نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِهِ الْکَرِیْمِ اَمَّابَعْدُ !

پاکستان میں علمائے کرام پر قاتلانہ حملوں اور اُن کے قتلِ ناحق کا جو سلسلہ گزشتہ کئی عشروں سے جاری ہے اِس کے روک تھام کے لیے کسی بھی حکومت نے سنجیدہ کوششیں نہیں کیں یہی وجہ ہے کہ اِس جارحیت میں روز بروز اِضافہ ہی ہوتا جا رہا ہے۔

حال ہی میں گزشتہ ماہ کی ۲۳ر تاریخ کو اَمیرِ جمعیت علماءِ اِسلام حضرت مولانا فضل الرحمٰن صاحب نے کوئٹہ میں مفتی محمودؒ کانفرنس سے خطاب کیا اِس عظیم الشان جلسۂ عام کے اِختتام کے بعد مولانا فضل الرحمٰن صاحب اپنی بکتر بند گاڑی میں محافظ دستہ کے ہمراہ جلسہ گاہ سے روانہ ہوئے ہی تھے کہ اُن کی گاڑی کے بالکل قریب اِنتہائی خطرناک بارُود پھٹا، اِس دھماکہ سے مولانا کی گاڑی مکمل طور پر تباہ ہوگئی اور بازار میں بھی ہر طرف تباہی پھیل گئی۔

حملہ اِنتہائی خطرناک اور کاری تھا اللہ تعالیٰ کی مدد شاملِ حال نہ ہوتی تو بہت کچھ ہو جاتا، اللہ کی قدرت کہ مولانا اور اُن کے تمام رفقاء معجزانہ طور پر بالکل محفوظ رہے، فالحمد للہ۔

آج سے تین برس قبل بھی تیس اور اِکتیس مارچ ۲۰۱۱ء کو بالترتیب صوابی اور چارسدہ کے جلسوں اور جلوسوں کے موقع پر اِسی نوعیت کے خودکُش بمباروں اور بندوق برداروں کے اِنتہائی منصوبہ بند حملوں میں بھی اللہ تعالیٰ نے مولانا کو بال بال بچالیا تھا اور اُن کے بدخواہوں کو ناکامی کا منہ دیکھنا پڑا۔

حالات سے اَندازہ ہوتا ہے کہ بڑی اور بیرونی قوتیں اِس حملہ کی منصوبہ ساز ہیں۔

جب تک کہ تمام حملوں کے ذمہ داروں کو بے نقاب کر کے قرارِ واقعی سزا نہ دی جائے حکومتِ وقت پر بھی اِس کی ذمہ داری عائد ہوتی ہے۔

ہمارا مطالبہ ہے کہ حکومتی عملداری کا ثبوت دیتے ہوئے حکمران اپنی ذمہ داریاں پوری کریں بصورتِ دیگر مستعفی ہو جائیں۔

ہماری دُعا ہے کہ بدامنی کے اِس عالمی طوفان میں اللہ تعالیٰ اہلِ حق کی رہنمائی بھی فرمائے اور حفاظت بھی۔

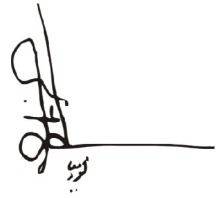

جامعہ مدنیہ جدید کے فوری توجہ طلب ترجیحی اُمور

(۱) مسجد حامد کی تکمیل

(۲) طلباء کے لیے دارُالاقامہ (ہوسٹل) اَور دَرسگاہیں

(۳) کتب خانہ اَور کتابیں

(۴) پانی کی ٹنکی

ثواب جاریہ کے لیے سبقت لینے والوں کے لیے زیادہ اَجر ہے۔ (ادارہ)

مولای صلِّ وسلِّم دائمًا ابدًا — درسِ حدیث — علٰی حبیبک خیرِ الخلقِ کلِّھم

حضرت اَقدس پیرو مرشد مولانا سیّد حامد میاں صاحبؒ کے مجلسِ ذکر کے بعد درسِ حدیث کا سلسلہ وار بیان ''خانقاہِ حامدیہ چشتیہ'' رائیونڈ روڈ لاہور کے زیرِ انتظام ماہنامہ ''اَنوارِ مدینہ'' کے ذریعہ ہر ماہ حضرت اقدسؒ کے مریدین اور عام مسلمانوں تک باقاعدہ پہنچایا جاتا ہے۔
اَللّٰہ تعالیٰ حضرتِ اَقدسؒ کے اِس فیض کو تا قیامت جاری و مقبول فرمائے۔ (آمین)

عقلاً بھی شراب بری چیز ہے۔ ''نبیذ'' عرب کا عام مشروب تھا
یزید اور شراب ؟ ''اَلکحل'' کی حیثیت ؟

(کیسٹ نمبر82 سائیڈA 1987 - 12 - 20)

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی خَیْرِ خَلْقِہٖ سَیِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ اَمَّابَعْدُ !

آقائے نامدار ﷺ نے اِرشاد فرمایا وَلَا تَشْرَبَنَّ خَمْرًا شراب ہرگز نہ پینا فَاِنَّہٗ رَأْسُ کُلِّ فَاحِشَۃٍ کیونکہ وہ ہر برائی کی جڑ ہے '' رَأْسُ '' تو کہتے ہیں ''سر'' کو، مراد ہے جڑ گویا ہمارے یہاں اِس کو اَگر کہا جائے گا تو اِس اَنداز میں کہ وہ ہر برائی کی جڑ ہے یا یوں کہہ لیجئے کہ ہر برائی کا اُونچے سے اُونچا حصہ جو ہوتا ہے وہ شراب میں ہے کیونکہ شراب کے بعد ہر وہ برائی جو بڑے سے بڑی ہو وہ کر سکتا ہے تو گویا سب برائیوں کی سب سے اُونچی چیز ہے یہ شراب۔

بعض لوگ تو زمانۂ جاہلیت میں بھی شراب نہیں پیتے تھے، ایسے واقعات اُنہوں نے دیکھے کہ اِنسان کو کوئی تمیز نہیں رہی برے حال میں پڑا ہوا ہے کہیں بھی گر گیا گندی جگہ گر گیا، ایسی باتیں کر رہا ہے کہ لوگ مذاق اُڑائیں اور اُسے اُس زمانے کی بھی جائز اور ناجائز کی تمیز نہیں رہتی، حلال و حرام کی تمیز نہیں رہتی۔

شراب کی خرابی کی عقلی دلیل :

تو اُس زمانے میں بھی ایسے لوگ تھے کہ اُن سے پوچھا گیا کہ آپ شراب کیوں نہیں پیتے تو اُنہوں نے کہا کہ مجھے خدا نے نعمت دی ہے عقل، میں اِسے زائل کرنا نہیں چاہتا، یہ تو عقل کو زائل کرنے والی بات ہے کہ اِنسان ایسی چیز پیے کہ جس میں وہ نہ رہے وہ کام چھوڑ دے اپنا تو یہ کتنی بڑی بے عقلی کی بات ہے اور کتنا بڑا کفرانِ نعمت ہے۔ اُن لوگوں نے تو عقلی دلیل سے اور اپنی سمجھ سے ایسے کیا تھا لیکن اِسلام نے تو منع ہی کر دیا، پہلے پہل جائز رہی ہے، پیتے رہے ہیں منع نہیں ہوئی مکہ مکرمہ کے تیرہ سال مدینہ منورہ کے چند سال اور لگا لیں یعنی اِسلام کے تقریبًا پندرہ سال سولہ سال رہا ہے رواج اِس کا، منع نہیں کیا گیا اِس سے، اِتنا فرمادیا گیا کہ نشے کی حالت میں نماز نہ پڑھنا حتی کہ تمہیں یہ تمیز ہو کہ زبان سے کیا نکل رہا ہے ﴿حَتّٰی تَعْلَمُوْا مَا تَقُوْلُوْنَ﴾ .

شراب کی مجلس :

غزوۂ بدر کے بعد حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے ایک جگہ اَنصار کی مجلس تھی نشست تھی وہاں شراب چل رہی تھی شراب پی اور کسی شعر پڑھنے والی جیسے ہوتی تھیں مُغَنِّیَاتْ یہ تو ضروری نہیں ہے کہ گانے والیاں خوبصورت بھی ہوں یا گانے والیاں آزاد ہوں وہ باندیاں بھی ہوتی تھیں بہت ذکر ملتا ہے بادشاہوں کے یہاں مُغنیات گانے والیاں باندیاں کام اُن کا بس اِتنا تھا۔ تو کسی نے یہ شعر پڑھ دیا اور اُس شعر میں یہ الفاظ آتے تھے کہ ''یہ گوشت تازہ تازہ کوہانوں کا گوشت'' اَب وہاں باہر حضرت علی رضی اللہ عنہ کی اُونٹنیاں کھڑی ہوئی تھیں وہ اُٹھے اور اُنہوں نے اُن کی کوہان کاٹ لی ذبح نہیں کیا۔

اِسلام سے پہلے جانوروں پر سختی :

پہلے زمانے میں یہ بھی تھا کہ کوئی سا حصہ جانور کا کاٹ لیتے تھے پھر مرہم پٹی کر دیتے تھے وہ گوشت کام میں لے آتے تھے پکا لیا تو اِسلام نے منع کر دیا کہ زِندہ کا جو حصہ جسم سے اَلگ ہو جائے وہ حرام ہے تو اُنہوں نے کوہان کاٹ لی اُن کے جگر نکال لیے کلیجی وغیرہ نکال لی ہو گی اور لے کر چلے آئے

حضرت علی رضی اللہ عنہ وہاں کہیں پہنچے دیکھا کہ میری دو اُونٹنیاں تھیں پروگرام بنا رکھا تھا جاؤں گا اور میں اِس طرح سے اِن پہ گھاس لا کر فروخت کروں گا وہ گھاس اِیندھن کے کام آتی تھی اور پروگرام بنا رکھا تھا فروخت کروں گا اور شادی کی تیاری کروں گا خرچ کی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے، وہ سارا درہم برہم ہوگیا۔ وہ (وہاں سے واپس) آئے ہیں رسول اللہ ﷺ کو بتلایا تو آپ تشریف لے گئے وہاں جا کر نصیحت کی حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کو کچھ جملے فرمائے حدیث شریف میں نہیں ذکر کہ وہ کیا جملے فرمائے آپ نے، تو نیچے نظر تھی اُن کی تو جواب میں ایسے اُٹھائی نظر اور پاؤں سے سر تک دیکھا رسول اللہ ﷺ کو اور پھر کہنے لگے کہ ''تم لوگ تو میرے آباؤ اَجداد کے غلام ہی ہو'' اَب یہ جملہ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ ہوش میں تو کبھی بھی نہیں کہہ سکتے تھے۔ تو رسول اللہ ﷺ نے سمجھ لیا آنکھیں اُن کی سُرخ تھیں نشے سے اور یہ جملہ کہا تو واپس تشریف لے گئے پھر کسی اور وقت بات کی۔ تو اُحد کی لڑائی تک تو پیتے رہے ہیں، اُحد کی لڑائی میں شامل ہوئے ہیں اور پی کر ہوئے ہیں شامل اور شہید ہوگئے وَھِیَ فِیْ بِطُوْنِھِمْ [1] شراب اُن کے پیٹوں میں تھی ہضم بھی نہیں ہونے پائی تھی کہ شہید ہوگئے، آہستہ آہستہ پھر اِس سے روک دیا گیا پھر آخر میں آیت اُتری ﴿فَھَلْ اَنْتُمْ مُّنْتَھُوْنَ﴾ کیا تم رُکنے والے رُکتے ہو۔ یہ کہ منع ہونے والی ہے اِس حکم کا اَنداز تو پہلے سے ہی آثار سے بھی ہوگیا تھا صحابہ کرامؓ کو۔

فوری اور مکمل اِطاعت :

حضرت اَنسؓ فرماتے ہیں کہ میں اَنصار کی مجلس میں شراب پلا رہا تھا یہ اِطلاع ملی کہ ﴿حُرِّمَةِ الْخَمْرُ﴾ شراب حرام کردی گئی تو میرے والد صاحب سوتیلے والد تھے اِن کے اُنہوں نے فرمایا کہ تم یہ پھینک دو شراب اور حکم یہ بھی تھا کہ اُس کا برتن بھی توڑ دو تو برتن بھی توڑ دیا، شراب پھینک دی تو مدینہ منورہ کی گلیوں میں شراب گویا رواں ہوئی ہے بہی ہے اِتنی تھی اور اِتنا اِس کا دَستور تھا۔

عرب کا عام رواجی مشروب :

بنانا اُن کو آسان ہی تھا کھجور بھگو دیتے تھے نبیذ بن جاتی تھی اور (بھی) طریقہ ہوتا تھا تو کھجور

[1] بخاری شریف کتاب المظالم و الغصب رقم الحدیث ۲۴۶۴

ایک ایسا پھل تھا جیسے مفت کا ہو اور بارہ مہینے، تو ہلکی اگر ہو یعنی صبح بھگو دی جائے شام پی لیں تو نشہ نہیں ہوتا تھا اور اگر صبح بھگو لیں اور پھر اگلی صبح تک رہنے دیں اُسے تو اُس میں نشہ ہونا شروع ہو جاتا ہے وہ بڑھ بھی جاتا تھا یہ نبیذ کہلاتی تھی یہ شراب نہیں کہلاتی تھی اِس میں تیزی ہوتی ہے یعنی ایسی ہوتی ہے کہ کوئی پیے تو اُسے نشہ ہو جائے اگر عادی نہ ہو۔ بعض لوگ اور بعض قبائل نبیذِ شدید کے عادی تھے، یہ شدید کہلاتی تھی گویا جس میں کافی تیزی آچکی ہو۔ نبیذ کے بہت قصے ہیں بڑے طویل واقعات ہیں بڑا مفصل بیان اِس کا لکھا ہے اَحادیث میں تفصیل سے آتا ہے۔

حضرت عمرؓ نے نشہ آنے پر حد لگائی :

اُس میں ایک قصہ یہ بھی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس ایک شخص آیا ہوا تھا اُسے پیاس لگ رہی تھی اُس نے اُن کے خادم سے کہا کہ مجھے یہ پانی دے دو اُس نے کہا پانی تو نہیں ہے کہا یہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے برتن میں جو ہے یہ دے دو اُنہوں نے کہا یہ نبیذ ہے اِنہوں نے کہا یہی دے دو پی لوں گا کوئی حرج نہیں، نبیذ کا عادی ہوگا، وہاں کی تو یہ رواجی چیز تھی کوئی کوئی ملتا ہوگا جو عادی نہ ہو جیسے چائے کا رواج ہو گیا ہے کوئی کوئی ملے گا جو پیتا ہی نہیں ورنہ پی ہی لیتے ہیں، کوئی پابندی سے روز کوئی کبھی کبھار اور کوئی ایسا ہے جو بالکل ہی نہیں پیتا مگر ایسی تعداد برائے نام ہے بہت تھوڑی ہے تو نبیذ جو تھی وہ اُن کا جزو تھی خوراک کا تو اُس میں وہ لوگ نشہ پیدا کر لیتے تھے جنہیں نشہ کرنا ہو اور جنہیں نہ کرنا ہو نشہ تو وہ ہلکی پیتے تھے اور جن کو عادت ہو جائے نشہ ہی نہ ہو تو پھر اُنہیں کوئی ایسا خیال نہیں ہوتا تھا تیز ہوئی یا نہیں ہوئی باقی دُوسرے کو نہیں پینے دیتے تھے اُس میں سے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نبیذِ شدید پیا کرتے تھے، اُس آدمی نے پی نبیذ اور اُسے نشہ ہو گیا نشہ ہو گیا تو اُنہوں نے کہا اِس نے شراب پی ہے حد لگاؤ اِسے، حد لگا دی، وہ بیچارا کہتا رہا کہ جناب کے برتن سے پی ہے جناب کے برتن سے اِجازت لے کر پی ہے، آپ کے برتن سے ہی تو پی ہے وہ کہتے تھے کہ چاہے میرے برتن سے پی ہو، ہو تو گیا نشہ تجھے، کہیں سے بھی پی ہے نشہ تو ہو گیا نشہ ہو گیا تو حد، بے خودی کی کیفیت جو چاہے کرے جو چاہے بک دے یہ کیفیت جب ہو جائے تو حد لگتی ہے تو یہ تمیز ہونی چاہیے کہ یہ نبیذ میں برداشت کر سکتا ہوں یا

نہیں ؟ عذر اُس کا نامعقول تھا معقول نہیں تھا، اُس زمانے کے دَستور کے مطابق اور اُن کی عادتوں کے مطابق اُس کو تمیز ہونی چاہیے تھی منہ کو جب ذائقہ اُس کا لگا جب زبان سے وہ لگی ہے تو اُسے فورًا اَنداز ہو جانا چاہیے تھا کہ یہ میں نہیں پی سکتا بغیر پانی ملائے ہوئے یا بس ایک گھونٹ پیوں دو گھونٹ پیوں تاکہ میرا حلق جو خشک ہوا ہوا ہے وہ ٹھیک ہو جائے نہ یہ کہ وہ گلاس بھر کے پی جائے یہ اُس کی غلط تھی حرکت اَصل میں۔

حضرت علیؓ کے مہمان کا قصہ :

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایک دفعہ دعوت کی لوگوں کی، آئے لوگ اُنہوں نے نبیذ پلائی کھانے کے بعد، ایک کو اُن میں سے نشہ ہو گیا، بس اُنہوں نے حد لگادی وہ کہنے لگے بار بار کہتے تھے کہ آپ ہمیں بلاتے ہیں دعوت کرتے ہیں کھانا کھلاتے ہیں پھر نبیذ پلاتے ہیں پھر حد بھی لگاتے ہیں۔ اُنہوں نے کہا حد تو تمہارے نشہ (کی وجہ) سے ہے، تمہیں اَنداز ہونا چاہیے کہ میں کس قسم کی نبیذ کا عادی ہوں اُس سے زیادہ تیز ہے تو وہ نہ پیو یا پانی مِلا کر پیو۔

رسول اللہ ﷺ فتح مکہ مکرمہ کے موقع پر جب اُدھر طائف وغیرہ کی طرف تشریف لے گئے تو آپ کی خدمت میں ایک عمدہ نبیذ پیش کی گئی وہ عمدہ تھی لیکن اُس میں جھاگ اور ایک طرح کی جو گیس ہوتی ہے وہ پیدا ہو گئی تھی تو رسول اللہ ﷺ نے اُسے کھولا تو ایک دم وہ گیس جو چڑھی ہے تو اُس سے آپ نے چہرۂ مبارک پیچھے ہٹا لیا جیسے منہ بے اِختیار بنتا ہے ویسے منہ بنایا پیچھے ہٹا لیا چہرۂ مبارک اور پھر فرمایا اِس میں پانی ملاؤ تو پانی ملایا پھر آپ نے وہ اِستعمال فرمائی، اِس طرف کے لوگ عادی تھے نبیذِ شدید کے، اُنہیں نشہ نہیں ہوا کرتا تھا۔

یزید اور شراب، شراب کہاں سے آئی ؟ :

اَب یہ یزید کا شراب پینا آتا ہے اِسے بڑا بعید سمجھتے ہیں یہ بات نہیں ہے بعید وعید نہیں ہے وہ نبیذ اُن کا جزوِ حیات تھا اُس میں اگر آدمی کی نیت خراب ہو جائے تو اُسی کو تیز ذرا ایک کر کے پی لے

بس نشہ ہوجائے گا آدھے گھنٹے پونے گھنٹے نشے میں رہے گا وہ، تو جو اُس کے بارے میں یہ آتا ہے کہ کہاں سے شراب آتی ہوگی اور کیسے ہوتی ہوگی اَب یہ کوئی باہر سے تھوڑا ہی آتی تھی وہ تو اُن کا جزوِ حیات تھا اُن کی معاشرت کا ایک طریقہ تھا اِس طرح کا، جیسے چائے پیتے ہیں ویسے ہی، جو عادی ہو تمباکو کا ہلکے تمباکو کا اگر وہ تیز کھالے تو اُسے چکر آجائیں گے اُلٹی ہوجائے گی اور اگر بالکل عادی نہ ہو تو بیمار ہوجائے گا بخار آجائے گا، اِتنی متلی ہوگی کہ وہ علاج کے قابل ہوجائے گا تو جس چیز کا عادی نہ ہو تو تکلیف ہوجاتی ہے۔

ایک عربی اور مرچ :

(ہمیں) ایک عرب مِلا تھا وہاں (حج کے موقع پر کھانے کے وقت) کھانے کو ہم نے کہا، کہنے لگا بالکل نہیں میں ہندوستانیوں کے ساتھ بالکل کھاتا ہی نہیں ! کیا بات ہے ؟ کہنے لگا کہ ایک دفعہ ایسے ہوا کہ میں بیمار ہوگیا اور علاج بہت ہوتے رہے اور فائدہ ہی نہ ہو اور پیٹ میں تکلیف۔ تو کہتے ہیں ڈاکٹر نے آخر میں کہا کوئی تین مہینے کے بعد لَا بُدَّ اَکَلْتَ فِلْفِلْ معلوم ہوتا ہے کہ مرچ کھائی ہے ! پھر اُس نے میرا علاج کیا پھر میں ٹھیک ہوا !! اَب یہ مرچ ہمارے یہاں تو دِن رات کھاتے ہیں اور عادی ہیں اور زیادہ کھاتے ہیں بعضے بہت زیادہ کھاتے ہیں کچی کھا جاتے ہیں اور کچھ بھی نہیں ہوتا اُنہیں اور اُس کا حال یہ ہوا کہتا ہے تین مہینے میں رہا ہسپتال میں داخل۔ تو عادت کا مدار ہے اِس میں اور اِن چیزوں میں جو نشہ والی ہیں اِن میں بھی اِسی طرح عادت چلتی ہے۔ اَب یہ عرب کی پوری معاشرت کا جزو تھا پورے عرب کا جہاں جہاں کھجور ہوتی ہے اور عربی بولی جاتی ہے اور اُس کے اَطراف وغیرہ میں نبیذ کا گویا ایک رواج تھا، شراب کی حد تک بنانا منع کرتے تھے، بس باقی پھر رہ گئی نبیذ اُس میں نشہ نہیں طاقتِ جسمانی کے لیے وہ مفید ہے تو نبیذ پیتے تھے۔ رسول اللہ ﷺ کا طریق جو تھا نبیذ کا وہ یہ تھا کہ صبح بھگوتے تھے کھجوریں اور شام کو وہ پی لیتے تھے اور شام کو بھگودی جاتی تھیں کھجوریں وہ صبح اِستعمال فرماتے تھے بس گویا دس بارہ گھنٹے اِس طرح سے یہ وقت رہتا تھا اِسی کے بعد وہ اِستعمال فرمالیتے تھے، (مگر نشہ کی حد تک) تیز نہیں۔

اِمام اَبوحنیفہؒ کا فتوی :

اِمامِ اعظم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ شراب جس کی حرمت قطعی ہے اور اُس کا اِنکار کفر ہے اور اُس کا قطرہ بھی ناپاک ہے جیسے پیشاب کا قطرہ ہو وہ اَنگوری شراب ہے اور باقی چیزیں جن سے نشہ پیدا ہوتا ہو وہ ناپاک نہیں ہیں اور اُن کی ممانعت اُس وقت ہے کہ جو گھونٹ نشہ کر رہا ہے پیدا وہ گھونٹ حرام ہے، اگر دو گھونٹ کا عادی ہے تین نہ پیے یا ذائقہ سے پہچان سکتا ہے جو آدمی روز پیتا ہو، چائے میں ذراسی خرابی آجائے پتہ چل جاتا ہے کہ یہ ٹھیک نہیں ہے، جو آدمی عادی ہو اُس کو فورًا پہچان لیتا ہے۔ اِمامِ اعظم رحمۃ اللہ علیہ بھی کوفہ کے رہنے والے ہیں اور کوفہ عراق ہے عراق عرب ہے، رواج بھی وہی ہیں وہاں بڑے قبائل رہے ہیں آباد ہوئے ہیں اَعلیٰ ترین نسلیں جو تھیں اور اَعلیٰ ترین عالم جو تھے وہ کوفے بھیج دیے تھے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پھر جو اَور دور آیا حضرت علی رضی اللہ عنہ کا تو اُس میں جو حضرات اُن کے ساتھ آئے تھے وہ بھی وہیں رہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ جنہوں نے عراق فتح کیا اور اُس سے آگے اِیران کی طرف آئے اور شمال میں وہ آذر بائیجان وغیرہ کی طرف گئے اُن تمام علاقوں کے لیے اُنہوں نے فاتحین کے واسطے زمینیں اَلاٹ کر دیں اور یہ فرمایا تھا کہ جس جگہ کی آب و ہوا یہاں سے ملتی جلتی ہو تمہارے راس آئے تم جس آب و ہوا کے عادی ہو وہ جگہ پسند کر لو تو وہ پسند کی۔

''کوفہ'' علمی مرکز :

حضرت سعد بن اَبی وقاص رضی اللہ عنہ نے وہ جگہ پسند فرمائی اور یہ شہر بسایا کوفہ آباد کیا اور اُس میں صحابہ کرامؓ اِتنی بڑی تعداد میں آئے ہیں کہ اِتنی بڑی تعداد میں کہیں بھی نہیں گئے ہیں، پندرہ سو صحابہ کرامؓ پہنچے۔ مصر جو پورا ملک ہے اُس میں تین سو تک تعداد آئی ہے صحابہ کرامؓ کی اور یہ فقط کوفہ میں پندرہ سو صحابہ کرامؓ تو کسی بھی جگہ دُنیا میں ایسا علمی مرکز رہا ہی نہیں جتنا بڑا علمی مرکز کوفہ رہا ہے حدیث کا بھی اِسی طرح ہے، فقہ کا بھی اِسی طرح ہے، قراءات کا بھی اِسی طرح ہے، یہ جو پڑھتے ہیں آپ ساری دُنیا میں قرآنِ پاک ایک ہی طرح سننے میں آتا ہے باقی قراءات جو ہیں وہ قاری پڑھ کر بتاتے ہیں تو پھر

سمجھ میں آتا ہے سننے میں آتا ہے کہ ہاں جی دُوسری طرح بھی اِس لفظ کو پڑھا جا سکتا ہے وہ قراءاتِ سبعہ اور قراءاتِ عشرہ مُتواترہ ہیں یعنی اُن پر ہمارا اِیمان ہے کہ وہ حق ہیں درست ہیں صحیح ہیں لیکن جس قراءات کا رواج ہو گیا وہ اِمامِ اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی ہے اِسی کو رواج ہو گیا ساری دُنیا میں اور سات قاری جو ہیں اُن سات قاریوں میں سے تین فقط کوفے کے ہیں اور جو قراءاتِ عشرہ پڑھاتے ہیں تو دس قاریوں کے نام آتے ہیں دس میں سے چار فقط کوفے کے ہیں۔ اور نحو کا مرکز علماءِ بصرہ اور علماءِ کوفہ اِن میں آپس میں نحوی بحثیں لغوی بحثیں چلتی رہتی ہیں تو ہر اِعتبار سے وہ بہت بڑی چیز بن گئی۔

تو نبیذ جو ہے وہاں بھی وہاں بھی (ہر جگہ تھی) اِمامِ اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے اِس کے بارے میں فرمایا تمام اَحادیث کو سامنے رکھتے ہوئے کہ جس کی حرمت پہ اِیمان رکھنا ضروری ہے وہ تو اَنگوری شراب ہے اور ہے بھی وہ ناپاک، قطرہ گر جائے تو ناپاک ہے جیسے پیشاب اور اُس کو پینا ایک گھونٹ بھی وہ بھی غلط ہے اُس پر بھی حد لگ سکتی ہے (اگرچہ نشہ نہ آئے) باقی جو ہیں اِن کی تاثیر ہے کہ نشہ پیدا کر دیتی ہیں بالذات یہ نشہ والی چیزوں میں شمار نہیں کی گئی تو نبیذ اگر کسی کو نشہ کرے تو حد اُس وقت لگائی جائے گی نبیذ پینے والے کو کہ جب وہ وہ گھونٹ پی لے جس سے نشہ ہوا تھا، اگر اُس حصے سے کم کم پی ہے تو نبیذ معاف ہے، نبیذ کو نہیں کچھ بھی کہا جا سکتا اور کہیں گر جائے تو ناپاک بھی نہیں اور اُس کی حرمت بھی نہیں ہے وہ تو وہاں کی رواجی چیز ہے۔ یہ اِمامِ اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے دقتِ نظر سے فیصلہ فرمایا ہے۔

اَلکحل کی حیثیت :

اِسی واسطے یہ ''اَلکحل'' وغیرہ والی دوائیں جو ہیں یہ آج جو چل رہی ہیں اگر دُوسرے ائمہ کو دیکھا جائے تو وہ بالکل منع کرتے ہیں اُن کی رُو سے حرام ہو گی لیکن اِمامِ اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا دیکھا جائے تو پھر یہ جائز ہے کیونکہ اِس میں تو فقط دوا کی حفاظت مقصود ہوتی ہے کوئی نشہ وشہ نہیں ہوتا، پتہ ہی نہیں چلتا آدمی کو چاہے نیا آدمی ہو چاہے پرانا ہو، چاہے پہلی دفعہ پی رہا ہو وہ دوا کچھ بھی نہیں ہوگا اُسے، نشے کا اَثر ہی نہیں آئے گا بالکل۔

بہرحال یزید جو تھا اَب اُس نے اگر موقع لگا لیا اور اِتنی پی لی اور پھر لوگوں نے دیکھ لیا اور مشہور ہو گیا تو یہ بعید بات نہیں ہے کیونکہ وہ تو ہر گھر میں ہوتی تھی ایسی چیز، دیہات میں گھر گھر میں اور شہروں میں اور (یہ یزید) تھا عرب، بنواُمیہ میں عربی النسل خالص تو اُس کے ہاں تو رواجی چیز تھی، اُس میں اگر تصرف وہ کرلے کہ اِقتدارِ اَعلیٰ میرے پاس ہے حاکمِ اَعلیٰ میں ہوں تو یہ کوئی بعید چیز نہیں، ہاں جو لوگ واقف نہیں ہیں وہ کہتے ہیں کہ شراب کہاں سے پہنچ گئی اُس کو کس نے سپلائی کی وغیرہ وغیرہ ایسی باتیں کریں گے لیکن یہ ناواقفیت ہے۔

آقائے نامدار ﷺ نے شراب کے بارے میں فرمایا رَأْسُ کُلِّ فَاحِشَةٍ فاحشہ کے معنی تو بدکاری کے ہیں اور برے کاموں بے حیائی بدکاری اور ہر گناہ کی سمجھ لیجئے چوٹی کی چیز ہے، وہ گناہ کراتی ہے جو بہت اُوپر کے درجے کا گناہ ہوتا ہے یا بہت ہی بدترین گناہ ہوتا ہے تو اِس سے بچے رہو بالکل نہ پینا۔

اور فرمایا وَاِیَّاکَ وَالْمَعْصِیَةَ خدا کی نافرمانی سے بھی بچو فَاِنَّ بِالْمَعْصِیَةِ حَلَّ سَخَطُ اللّٰہِ معصیت کروگے نافرمانی کروگے تو اللہ کی ناراضگی اُترے گی معاذ اللہ۔

اور فرمایا وَاِیَّاکَ وَالْفِرَارَ مِنَ الزَّحْفِ اور میدانِ جنگ سے بھاگنا پیچھے ہٹ کر ہرگز ایسے نہ کرو۔ مختلف قسمیں آئیں ہیں اِنسانوں کی حدیث شریف میں جیسے جب میدانِ جنگ میں جاتا ہے تو پتے کی طرح لرزنے لگتا ہے یہ بھی قسمیں ہیں، باقی وہ جس جگہ ہے وہ سپلائی کرنے کے کام پر ہے یا مرہم پٹی کے کام پر ہے وہاں سے پیچھے ہٹنا اُس کے لیے جائز نہیں، چلو ٹھیک ہے لڑ نہیں سکتا لیکن جس جگہ ہے وہاں رہے اگر وہاں سے بھاگتا ہے تو پھر یہ (درست) نہیں ہے وَاِنْ ھَلَکَ النَّاسُ [1] چاہے لوگ نقصان میں جا رہے ہوں ہلاک ہو رہے ہوں یعنی بہت شہید ہو رہے ہوں پھر بھی تم جس جگہ ہو جہاں تمہیں لگا دیا گیا تم وہاں ہی رہو۔

تو آقائے نامدار ﷺ نے بہت چیزیں اِرشاد فرمائی ہیں تعلیم فرمائی ہیں ابھی اِس حدیث کی چند چیزیں اور باقی ہیں، یہ وہ باتیں ہیں جو حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو آپ نے تعلیم فرمائی ہیں۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو اَعمالِ صالحہ کی توفیق دے، آمین۔ اِختتامی دُعا..........

---

[1] مشکوۃ شریف کتاب الایمان رقم الحدیث ۶۱

قسط : ۱۱

اِسلام کیا ہے ؟

﴿ حضرت مولانا محمد منظور صاحب نعمانی رحمة اللہ علیہ ﴾

آٹھواں سبق : معاشرت کے اَحکام و آداب اور باہمی حقوق

معاشرت کے آداب اور حقوق کی تعلیم بھی اِسلام کی خاص اور اہم تعلیمات میں سے ہے اور ایک مسلمان سچا اور پکا مسلمان جب ہی ہوسکتا ہے جبکہ وہ اِسلام کے معاشرتی اَحکام پر بھی پوری طرح عمل کرے، معاشرتی اَحکام سے ہماری مراد باہمی برتاؤ کے وہ طور طریقے ہیں جو اِسلام نے سکھائے ہیں مثلاً یہ کہ اَولاد کا روّیہ ماں باپ کے ساتھ کیسا ہو اور ماں باپ کا برتاؤ اَولاد کے ساتھ کس طرح ہوگا، ایک بھائی دُوسرے بھائی کے ساتھ کس طرح پیش آئے، بہنوں کے ساتھ کس طرح سلوک کیا جائے، میاں بیوی باہم کس طرح زِندگی گزاریں، چھوٹے اپنے بڑوں کے سامنے کس طرح رہیں اور بڑے چھوٹوں کے ساتھ کیسا برتاؤ کریں، پڑوسیوں کے ساتھ ہمارا روّیہ کیا ہو، اَمیر لوگ غریبوں کے ساتھ کیسا روّیہ رکھیں، آقا کا تعلق ملازم کے ساتھ اور ملازم کا برتاؤ آقا کے ساتھ کیسا ہو ؟

اَلغرض اِس دُنیاوی زندگی میں مختلف طبقوں کے جن چھوٹے بڑے لوگوں سے ہمارا واسطہ پڑتا ہے اُن کے ساتھ برتاؤ اور رہن سہن کے بارے میں اِسلام نے ہم کو جو نہایت مکمل اور روشن ہدایتیں دی ہیں وہی ''معاشرت کے اَحکام اور آداب'' ہیں اور اِس سبق میں ہم اُن ہی کا کچھ بیان کرنا چاہتے ہیں۔

ماں باپ کے حقوق اور اُن کا اَدب :

اِس دُنیا میں اِنسان کا سب سے پہلا اور سب سے بڑا تعلق ماں باپ سے ہے۔ اِسلام نے اللہ کے حق کے بعد سب سے بڑا حق ماں باپ ہی کا بتلایا ہے۔ قرآن شریف میں ہے :

﴿ وَقَضٰی رَبُّکَ اَلَّا تَعْبُدُوْآ اِلَّآ اِیَّاہُ وَبِالْوَالِدَیْنِ اِحْسَانًا ط اِمَّا یَبْلُغَنَّ عِنْدَکَ الْکِبَرَ اَحَدُھُمَآ اَوْ کِلٰھُمَا فَلَا تَقُلْ لَّھُمَآ اُفٍ وَّ لَا تَنْھَرْھُمَا وَقُلْ لَّھُمَا قَوْلاً کَرِیْمًا ۝

وَاخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ وَقُلْ رَّبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيٰنِيْ صَغِيْرًا﴾ (سُورۂ بنی اسرائیل : ۲۳ ، ۲۴)

''اور تیرے رب نے حتمی حکم دیا ہے کہ اُس کے سوا تم کسی کی عبادت اور بندگی نہ کرو اور ماں باپ کے ساتھ اچھائی کرو۔ اگر اُن میں سے ایک یا دونوں تمہارے سامنے بڑھاپے کو پہنچ جائیں تو اُن کو ''اُونہ'' بھی نہ کہو اور اُن سے خفگی کی بات نہ کرو اور اُن سے اَدب و تمیز سے بولو اور خاکساری و نیاز مندی کے ساتھ اُن کی اِطاعت کرو اور اُن کے حق میں خدا سے اِس طرح دُعا بھی کرتے رہو کہ اے پروردگار ! تو اِن پر رحمت فرما جس طرح اِنہوں نے بچپن میں مجھے شفقت سے پالا پرورِش کیا۔''

قرآن شریف ہی کی ایک دُوسری آیت میں ماں باپ کا حق بیان کرتے ہوئے یہاں تک فرمایا گیا ہے :

﴿ وَاِنْ جَاهَدٰكَ عَلٰى اَنْ تُشْرِكَ بِيْ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ فَلَا تُطِعْهُمَا وَصَاحِبْهُمَا فِي الدُّنْيَا مَعْرُوْفًا﴾ (سُورۂ لقمان : ۱۵)

''اگر بالفرض کسی کے ماں باپ کافر اور مشرک ہوں اور وہ اَولاد کو بھی کفر و شرک کے لیے مجبور کریں تو اَولاد کو چاہیے کہ اُن کے کہنے سے کفر و شرک تو نہ کرے لیکن دُنیا میں اُن کے ساتھ اچھا سلوک اور اُن کی خدمت پھر بھی کرتی رہے۔''

قرآن شریف کے علاوہ حدیثوں میں بھی ماں باپ کی خدمت و اِطاعت کی بڑی تاکید فرمائی گئی ہے اور اُن کی نافرمانی اور اِیذا رسانی کو سخت گناہ بتلایا گیا ہے، ایک حدیث میں ہے :

''ماں باپ کی رضامندی میں اللہ تعالیٰ کی رضامندی ہے اور ماں باپ کی ناراضی میں اللہ تعالیٰ کی ناراضی ہے۔''

ایک دُوسری حدیث میں ہے :

''ایک شخص نے حضور ﷺ سے دریافت کیا کہ اَولاد پر ماں باپ کے کیا حقوق

ہیں ؟ آپ ﷺ نے فرمایا : اَولاد کی جنت اور دوزخ ماں باپ ہیں (یعنی اُن کی خدمت سے جنت مل سکتی ہے اور اُن کی نافرمانی اور بدسلوکی دوزخ میں لے جانے والی ہے)۔''

ایک اور حدیث میں ہے آپ ﷺ نے فرمایا کہ :

''ماں باپ کی خدمت و اِطاعت کرنے والا لڑکا یا لڑکی جتنی دفعہ بھی محبت اور عظمت کی نگاہ سے ماں باپ کی طرف نظر کرے تو اللہ تعالیٰ ہر دفعہ کے دیکھنے کے بدلے میں ایک مقبول حج کا ثواب اُس کے لیے لکھ دیتے ہیں۔ لوگوں نے حضور ﷺ سے سوال کیا کہ حضرت ! اگر وہ روزانہ سو دفعہ دیکھے جب بھی ہر دفعہ دیکھنے کے بدلے میں اُس کو ایک مقبول حج کا ثواب ملے گا ؟ حضور ﷺ نے فرمایا ہاں! اللہ بہت بڑا ہے اور بہت پاک ہے (مطلب یہ ہے کہ اُس کے یہاں کوئی کمی نہیں، وہ جس عمل پر جتنا ثواب دینا چاہے دے سکتا ہے)۔''

ایک حدیث میں ہے :

''جنت ماں باپ کے پاؤں کے نیچے ہے۔''

ایک اور حدیث میں ہے کہ حضور ﷺ نے صحابہ کرام ؓ کو سب سے بڑے گناہ یہ بتلائے :

''اللہ کے ساتھ شرک کرنا، ماں باپ کی نافرمانی کرنا اور جھوٹی گواہی دینا۔''

ایک اور حدیث میں ہے کہ

''تین قسم کے آدمی ہیں جن کی طرف اللہ تعالیٰ قیامت کے دِن رحمت کی نظر سے نہیں دیکھے گا، اُن میں سے ایک قسم کے وہ لوگ ہیں جو ماں باپ کی نافرمانی کرتے ہیں۔''

اَولاد کے حقوق :

اِسلام نے جس طرح اَولاد پر ماں باپ کے حقوق مقرر کیے ہیں، اِسی طرح سے ماں باپ پر بھی اَولاد کے کچھ حق رکھے ہیں جہاں تک اُن کو کھلانے پلانے اور پہنانے کے حق کا تعلق ہے اِس کے

ذکر کی یہاں ضرورت نہیں کیونکہ اَولاد کے اِس حق کا اِحساس ہمیں فطری اور طبعی طور پر بھی ہے۔ ہاں اَولاد کے جس حق کی اَدائیگی میں ہم سے عمومًا کوتاہی ہوتی ہے وہ اُن کی دینی اور اَخلاقی تربیت ہے، اللہ تعالیٰ نے ہم پر فرض کیا ہے کہ ہم اپنی اَولاد اور اہل وعیال کی تربیت اور نگرانی اِس طرح کریں کہ مرنے کے بعد وہ جہنم میں نہ جائیں، قرآن شریف میں ہے :

﴿ یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا قُوْا اَنْفُسَكُمْ وَاَهْلِیْكُمْ نَارًا ﴾ (سُورۃ التحریم : ٦)

''اے ایمان والو ! اپنے آپ کو اور اپنی آل اَولاد کو جہنم کی آگ سے بچاؤ۔''

اَولاد کو اچھی تربیت کی فضیلت رسول اللہ ﷺ نے ایک حدیث میں اِس طرح بیان فرمائی ہے:

''ماں باپ کی طرف سے اَولاد کے لیے اِس سے بہتر کوئی عطیہ نہیں کہ وہ اُن کی اچھی تربیت کرے۔''

بعض لوگوں کو اپنی اَولاد میں لڑکوں سے زیادہ محبت اور دلچسپی ہوتی ہے اور بے چاری لڑکیوں کو وہ بوجھ سمجھتے ہیں اور اِس واسطے اُن کی خبر گیری اور تربیت میں کوتاہی کرتے ہیں اِس لیے اِسلام میں لڑکیوں کی اچھی تربیت کی خصوصیت سے تاکید کی گئی ہے اور اِس کی بڑی فضیلت بیان کی گئی ہے، ایک حدیث میں ہے آپ ﷺ نے فرمایا کہ :

''جس شخص کی بیٹیاں یا بہنیں ہوں اور وہ اُن کے ساتھ بہت اچھا سلوک کرے اور اُن کو اچھی تربیت دے (اور مناسب جگہ) اُن کی شادی کرے تو اللہ تعالیٰ اُس کو جنت دے گا۔''

میاں بیوی کے حقوق :

اِنسانوں کے باہمی تعلقات میں میاں بیوی کا تعلق بھی ایک اہم تعلق ہے اور اِن دونوں کا گویا چولی دامن کا ساتھ ہے، اِس لیے اِسلام نے اِس کے متعلق بھی نہایت صاف صاف اور تاکیدی ہدایتیں فرمائی ہیں۔ اِس بارے میں اِسلام کی تعلیم کا خلاصہ یہ ہے کہ بیوی کو چاہیے کہ اپنے شوہر کی پوری خیر خواہی اور فرمانبرداری کرے اور اُس کی اَمانت میں کسی طرح کی خیانت نہ کرے۔

قرآن شریف میں اِرشاد ہے :

﴿ فَالصّٰلِحٰتُ قٰنِتٰتٌ حٰفِظٰتٌ لِّلْغَیْبِ ﴾(سُورۃ النساء : ۳۴)

''پس نیک عورتیں فرمانبردار ہوتی ہیں اور شوہر کی غیر موجودگی میں اُس کی اَمانت کی حفاظت کرتی ہیں۔''

اور شوہروں کو اِسلام کا حکم ہے کہ وہ بیوی کے ساتھ پوری محبت کریں اور اپنی حیثیت اور اِستطاعت کے مطابق اچھا کھلائیں اور اچھا پہنائیں اور اُن کی دِلداری میں کمی نہ کریں، اِرشادِ باری تعالیٰ ہے :

﴿ وَعَاشِرُوْھُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ﴾(سُورۃ النساء : ۱۹)

''بیویوں کے ساتھ اچھا سلوک کرو۔''

رسول اللہ ﷺ اِس قرآنی تعلیمات کے مطابق مسلمان مردوں اور عورتوں کو باہم حسنِ سلوک کی اور ایک دُوسرے کو خوش رکھنے کی بڑی سخت تاکید فرمایا کرتے تھے۔اِس سلسلہ کی چند حدیثیں یہ ہیں :

ایک مرتبہ آپ ﷺ نے عورتوں کو ہدایت کرتے ہوئے فرمایا :

''جو شخص اپنی بیوی کو اپنے پاس بلائے اور وہ نہ آئے اور وہ رات کو اُس سے ناراض رہے تو فرشتے صبح تک اُس پر لعنت کرتے ہیں۔''

اور اِس کے برعکس ایک دُوسری حدیث میں حضور ﷺ نے اِرشاد فرمایا :

''جو عورت اِس حال میں مرے کہ اُس کا شوہر اُس سے راضی ہو تو وہ جنت میں جائے گی۔''

ایک اور حدیث میں ہے حضور ﷺ نے فرمایا :

''قسم اُس ذات کی جس کے قبضے میں محمد (ﷺ) کی جان ہے، کوئی عورت اللہ کا حق اُس وقت تک اَدا نہیں کرسکتی جب تک کہ اپنے شوہر کا حق اَدا نہ کرے۔''

اور ایک اہم موقع پر مسلمانوں کے بہت بڑے اِجتماع میں خاص مردوں کو خطاب کرتے ہوئے آپ ﷺ نے اِرشاد فرمایا :

''میں تم کو عورتوں کے ساتھ حسنِ سلوک کی خاص طور سے وصیت کرتا ہوں، تم میری اِس وصیت کو یاد رکھنا، دیکھو وہ تمہاری ماتحت ہیں اور تمہارے بس میں ہیں۔''

ایک اور حدیث میں حضور ﷺ نے اِرشاد فرمایا :

''تم میں اچھے وہ ہیں جو اپنی بیویوں کے حق میں اچھے ہیں۔''

ایک دُوسری روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا :

''مسلمانوں میں زیادہ کامل اِیمان والے وہ ہیں جن کے اَخلاق اچھے ہوں اور جن کا برتاؤ اپنی گھر والیوں کے ساتھ لطف و محبت کا ہو۔''

عام قرابت داروں کے حقوق :

ماں باپ، اَولاد اور میاں بیوی کے تعلقات کے علاوہ آدمی کا ایک خاص تعلق اپنے عام قرابت داروں سے بھی ہوتا ہے۔ اِسلام نے اِس تعلق اور رشتے کا بھی لحاظ کیا ہے اور اِس کے اِعتبار سے بھی کچھ باہمی حقوق مقرر کیے ہیں چنانچہ قرآنِ مجید میں جابجا'' ذَوِی الْقُرْبٰی '' کے ساتھ اچھے سلوک کی تاکید فرمائی گئی ہے اور اِسلام میں اُس شخص کو بہت بڑا مجرم اور مہا پاپی بتلایا گیا ہے جو رِشتے داری اور قرابت کے حقوق کو پامال کرے۔ ایک حدیث میں ہے حضور ﷺ نے فرمایا :

''قرابت کے حقوق کو پامال کرنے والا اور اپنے برتاؤ میں رِشتوں ناتوں کا لحاظ نہ رکھنے والا جنت میں نہیں جائے گا۔''

پھر اِس سلسلہ میں رسول اللہ ﷺ کی ایک خاص تعلیم اور تاکید یہ ہے کہ اگر بالفرض تمہارا کوئی قرابت دار تمہارا حق قرابت اَدا نہ کرے تو اُس کی قرابت کا حق تم اِس صورت میں بھی اَدا کرتے رہو چنانچہ آنحضرت ﷺ نے ایک حدیث میں فرمایا کہ :

''تمہارا جو عزیز قریب تم سے بے تعلقی اور بے مروتی برتے اور قرابت کا حق اَدا نہ کرے تو تم اُس سے بے تعلقی مت برتو، اپنی طرف سے تم اُس کی قرابت کا حق اَدا کرتے رہو۔''

(جاری ہے)

قسط : ۱۱

قصص القرآن للاطفال

پیارے بچوں کے لیے قرآن کے پیارے قصّے

﴿ الشیخ مصطفٰی وہبہ، مترجم مفتی سیّد عبدالعظیم صاحب ترمذی ﴾

﴿سامری اور بچھڑے کا قصہ﴾

اِرشادِ باری تعالیٰ ہے :

﴿ وَمَآ اَعْجَلَكَ عَنْ قَوْمِكَ يٰمُوْسٰى o قَالَ هُمْ اُولَآءِ عَلٰٓى اَثَرِىْ وَعَجِلْتُ اِلَيْكَ رَبِّ لِتَرْضٰى o قَالَ فَاِنَّا قَدْ فَتَنَّا قَوْمَكَ مِنْ بَعْدِكَ وَاَضَلَّهُمُ السَّامِرِيُّ o ﴾[1]

''اور کیوں جلدی کی تو نے اپنی قوم سے اے موسٰی ۔ بولا : وہ یہ آرہے ہیں میرے پیچھے اور میں جلدی آیا تیری طرف ، اے میرے رب تا کہ تو راضی ہو۔ فرمایا: ہم نے تو آزمائش میں ڈال دیا تیری قوم کو تیرے پیچھے اور بہکایا اُن کو سامری نے ۔''

جب اللہ تعالیٰ نے بنی اِسرائیل کو سمندر پار کروادیا اور فرعون کے ظلم سے نجات دی تو حضرت موسٰی علیہ السلام اِنہیں لے کر صحرائے سینا چلے گئے ۔ اُس صحراء میں نہ جھاڑیاں تھیں اور نہ ہی درخت جو اُنہیں سورج کی تپش سے بچا سکیں اور نہ ہی کھانے کے لیے کوئی غذا تھی ، وہ یوں ہی زندگی گزارتے رہے حتی کہ بھوک و پیاس اور گرمی کی شدت سے ہلاک ہونے لگے، تب اللہ نے فضل فرمایا اور اُن پر بادلوں کے ذریعے سایہ کیا اور اُنہیں من وسلویٰ عطا کیا تا کہ وہ بھوک کی شدت سے ہلاک ہونے سے بچ سکیں پھر اللہ نے حضرت موسٰی علیہ السلام کی طرف وحی کی کہ سامنے پتھر پر عصا ماریں تا کہ بارہ چشمے نکلیں اور بنی اِسرائیل کے بارہ قبائل الگ الگ چشمے سے پانی پئیں ۔ اِس کے بعد اللہ تعالیٰ نے حضرت

---

[1] سُورہ طٰہٰ : ۸۳ تا ۸۵

موسیٰ علیہ السلام کی طرف وحی بھیجی کہ آپ پر توراۃ نازل کی جائے گی تاکہ بنی اِسرائیل اِس کی رہنمائی میں دُنیا و آخرت کی فلاح حاصل کر سکیں چنانچہ اللہ تعالیٰ نے چالیس راتیں متعین کیں تاکہ آپ اُن دِنوں میں نماز روزہ کے ذریعے اللہ کا قرب حاصل کریں چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اِن متعین راتوں میں وادئ مقدس میں کوہِ طور پر تشریف لے گئے اور اپنے بھائی حضرت ہارون علیہ السلام کو اپنا نائب مقرر فرمایا کہ میرے لوٹنے تک بنی اِسرائیل کی نگرانی کریں تاکہ بنی اِسرائیل گمراہ نہ ہوں۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اللہ کی طرف سے توارۃ تختیوں کی شکل میں ملی۔ توراۃ کے بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے بتایا کہ آپ کی قوم تو آزمائش میں مبتلاء ہے، سامری نے اُنہیں گمراہ کر دیا ہے، سونے کا بچھڑا بنا کر لوگوں کو اُس کی پرستش پر لگا دیا ہے۔ اَب لوگ اللہ تبارک وتعالیٰ کی عبادت نہیں کرتے بلکہ اُس کی عبادت کرتے ہیں۔

پیارے بچو ! پتہ ہے سامری نے کیا کیا تھا ؟ سامری نے یہ کیا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے جانے کے بعد بنی اِسرائیل کے پاس موجود سونا اَکٹھا کیا اور اُسے پگھلا کر ایک بچھڑا بنایا اور اُس میں دو سوراخ کر دیے، ایک اُس کے پچھلے حصہ میں اور ایک اُس کی ناک کے اگلے حصہ میں تاکہ ایک سوراخ سے ہوا داخل ہو کر دُوسرے سے نکلے، گائے میں سے بچھڑے کی طرح کی آواز آئے، یوں بنی اِسرائیل اِس کے دھوکہ میں آگئے اور سامری کے کہنے پر اِس بچھڑے کو سجدہ کرنے لگے، حضرت ہارون علیہ السلام نے اُنہیں سمجھانے کے لیے کہا :

﴿ یٰقَوْمِ اِنَّمَا فُتِنْتُمْ بِهٖ ج وَاِنَّ رَبَّكُمُ الرَّحْمٰنُ فَاتَّبِعُوْنِیْ وَاَطِیْعُوْٓا اَمْرِیْ ﴾ [1]

''اے قوم ! بات یہی ہے کہ تم بہک گئے اِس بچھڑے سے اور تمہارا رب تو رحمن ہے، سو میری راہ چلو اور مانو بات میری۔''

لیکن اُن لوگوں نے مخالفت کی اور اپنے شرک پر قائم رہے اور کہنے لگے :

﴿ لَنْ نَّبْرَحَ عَلَیْهِ عٰكِفِیْنَ حَتّٰی یَرْجِعَ اِلَیْنَا مُوْسٰی ﴾ (سُورہ طٰہٰ : ۹۱)

---

[1] سُورہ طٰہٰ : ۹۰

''ہم برابر اِسی پر لگے بیٹھے رہیں گے جب تک لوٹ کر آئے ہمارے پاس موسٰی ۔''

جب اللہ تبارک وتعالیٰ نے حضرت موسٰی علیہ السلام کو واپسی کی اِجازت دی تو حضرت موسٰی علیہ السلام جلدی سے قوم کے پاس آئے ، وہاں پہنچے تو دیکھا کہ بنی اِسرائیل بچھڑے کی عبادت میں مشغول ہیں، حضرت موسٰی علیہ السلام کو شدید غصہ آیا اُنہوں نے توراۃ کی تختیاں چھوڑ کر حضرت ہارون علیہ السلام کو سر اور داڑھی کے بالوں سے پکڑ لیا اور کہا کہ تم نے اِنہیں اِس کام سے کیوں نہ روکا ؟

حضرت ہارون علیہ السلام نے جواب دیا کہ اے بھائی ! مجھے اِس بات کا ڈر تھا کہ اگر میں اِنہیں منع کروں گا تو یہ دو گروہوں میں تقسیم ہو جائیں گے، ایک گروہ میرے ساتھ ہوگا اور دُوسرا سامری کے ساتھ ہوگا اور میں اُن کی تفریق کا سبب بن جاتا۔

پھر حضرت موسٰی علیہ السلام سامری کی طرف متوجہ ہوئے جس کی آنکھوں سے خباثت ٹپک رہی تھی اور اُس سے کہا : اے سامری تو نے ایسا کیوں کیا ؟

اُس نے جواب دیا : ﴿ کَذٰلِكَ سَوَّلَتْ لِیْ نَفْسِیْ ﴾

سامری کو اپنے کیے پر بالکل ندامت نہ تھی چنانچہ حضرت موسٰی علیہ السلام نے اِسے بنی اِسرائیل سے نکال دیا اور لوگوں سے کہا کہ اِس سے مقاطعہ کرلیں اور موت تک اِس سے بالکل گفتگو نہ کریں۔

اور اِس بچھڑے کو جس کی وجہ سے بنی اِسرائیل گمراہ ہوئے حضرت موسٰی علیہ السلام نے آگ میں ڈال دیا یہاں تک کہ وہ جل کر راکھ ہوگیا پھر اِس کی راکھ سمندر میں بہا دی گئی۔ گویا حضرت موسٰی علیہ السلام بنی اِسرائیل کو پیغام دینا چاہتے تھے کہ یہ ہے تمہارا خدا جس کی تم اللہ کو چھوڑ کر عبادت کرتے تھے، یہ تو اپنا دفاع بھی نہ کرسکا تمہارے نفع ونقصان کا کیسے مالک ہوسکتا ہے ؟

جب بنی اِسرائیل نے بچھڑے کا اَنجام دیکھا تو اپنے سابقہ اَفعال پر ندامت وتوبہ کی اور دوبارہ ہدایت کے راستے پر آگئے لیکن اُن کی شرمندگی اُن کے سابقہ گناہوں کی تلافی نہ کرسکی اور اللہ کی طرف سے معافی کا اعلان نہ ہوا بلکہ اللہ نے فرمایا :

﴿ اِنَّ الَّذِیْنَ اتَّخَذُوا الْعِجْلَ سَیَنَالُھُمْ غَضَبٌ مِّن رَّبِّھِمْ وَذِلَّةٌ فِی الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا ط وَکَذٰلِکَ نَجْزِی الْمُفْتَرِیْنَ ﴾ (سُورة الاعراف : ۱۵۲)

''اَلبتہ جنہوں نے بچھڑے کو معبود بنا لیا اُن کو پہنچے گا غضب اُن کے رب کا اور ذلت دُنیا کی زندگی میں، اور یہی سزا دیتے ہیں ہم بہتان باندھنے والوں کو۔''

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر پر وحی نازل کی کہ اے موسٰی ! جن لوگوں نے بچھڑے کی عبادت کی ہے اُنہیں کہیں کہ خود کو قتل کریں تا کہ اللہ اُنہیں معاف کر دے چنانچہ حضرت موسٰی علیہ السلام نے اعلان فرمایا :

﴿ یٰقَوْمِ اِنَّکُمْ ظَلَمْتُمْ اَنْفُسَکُمْ بِاتِّخَاذِکُمُ الْعِجْلَ فَتُوْبُوْآ اِلٰی بَارِئِکُمْ فَاقْتُلُوْا اَنْفُسَکُمْ ط ذٰلِکُمْ خَیْرٌ لَّکُمْ عِنْدَ بَارِئِکُمْ ط فَتَابَ عَلَیْکُمْ ط اِنَّهٗ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِیْمُ﴾ (سُورة البقرہ : ۵۴)

''اے قوم ! تم نے نقصان کیا اپنا یہ بچھڑا بنا کر، سو اَب توبہ کرو اپنے پیدا کرنے والے کی طرف اور مار ڈالو خود کو، یہ بہتر ہے تمہارے لیے تمہارے خالق کے نزدیک پھر متوجہ ہوگا تم پر، بے شک وہی ہے معاف کرنے والا نہایت مہربان۔''

یہ اِعلان سن کر بنی اِسرائیل ایک دُوسرے کو قتل کرنے لگے حتی کہ ایک کثیر تعداد ہلاک ہوگئی، یہ وہ سزا تھی جو بنی اِسرائیل کو اپنے اَعمال کی پاداش میں جھیلنی پڑی۔

اِرشاد باری تعالیٰ ہے :

﴿وَمَا ظَلَمَھُمُ اللّٰهُ وَلٰکِنْ کَانُوْا اَنْفُسَھُمْ یَظْلِمُوْنَ﴾ (سُورة النحل : ۳۳)

''اور اللہ نے ظلم نہ کیا اُن پر لیکن وہ خود اپنا برا کرتے رہے۔'' (جاری ہے)

قسط : ۳۲

سیرت خُلفائے راشدین

﴿ حضرت مولانا عبدالشکور صاحب فاروقی لکھنوی ؒ ﴾

اَمیر المؤمنین حضرت عثمان بن عفّان ذوالنّورین ؓ

حضرت عثمان ؓ کے فضائل میں چند آیات واَحادیث :

قرآنِ مجید میں جو آیتیں عمومًا صحابہ کرام ؓ اور خصوصًا مہاجرین ؓ واَنصار ؓ کی فضیلت میں ہیں اُن سب میں حضرت عثمان ؓ بھی شامل ہیں کیونکہ آپ مہاجرین میں ہیں اور آیۂ تمکین میں جو یہ مضمون وارِد ہوا ہے کہ مہاجرین میں سے جو شخص بھی خلیفہ ہوگا وہ مرضی اِلٰہی کے مطابق ہوگا۔

آیتِ اِظہارِ دین جس میں فتح فارس و رُوم کو رسول اللہ ﷺ کی بعثت کا مصداق قرار دیا گیا ہے اور اُس آیت سے حضرت فاروقِ اعظم ؓ کی فضیلت ثابت ہوتی ہے کہ اِن کے ہاتھ پر مقصدِ بعثت پورا ہوا، حضرت عثمان ؓ کا حصہ بھی اِس فضیلت میں ہے کیونکہ فتح فارس و رُوم کا تکملہ اِن ہی کے ہاتھ پر ہوا، آیاتِ خلافت کی تفسیر میں جو رسالے اَحقر نے لکھے ہیں اُن کا مطالعہ اِس باب میں کافی ہیں۔

اَحادیث :

(۱) عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ لِعُثْمَانَ اَلَا اَسْتَحْیِ مِنْ رَجُلٍ یَسْتَحْیِ مِنْہُ الْمَلٰئِکَةُ . (مسلم شریف رقم الحدیث : ۳۶)

''حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسولِ خدا ﷺ نے حضرت عثمان ؓ کے متعلق فرمایا کہ میں اُس شخص سے کیوں نہ حیا کروں جس سے فرشتے حیا کرتے ہیں۔''

(۲) عَنْ طَلْحَةَ بْنِ عُبَیْدِ اللّٰہِ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ لِکُلِّ نَبِیٍّ رَفِیْقٌ وَرَفِیْقِیْ فِی الْجَنَّةِ عُثْمَانُ. (رواہ الترمذی)

''حضرت طلحہ بن عبیداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسولِ خدا ﷺ نے فرمایا : ہر نبی کے کچھ رفیق ہوتے ہیں اور میرے رفیق جنت میں عثمانؓ ہیں۔''

(۳) عَنْ عَبْدِالرَّحْمٰنِ بْنِ سَمُرَةَ قَالَ جَاءَ عُثْمَانُ اِلَی النَّبِیِّ ﷺ بِاَلْفِ دِیْنَارٍ فِیْ کُمِّہٖ حِیْنَ جَھَّزَ جَیْشَ الْعُسْرَةِ فَنَثَرَھَا فِیْ حِجْرِہٖ فَرَاَیْتُ النَّبِیَّ ﷺ یُقَلِّبُھَا فِیْ حِجْرِہٖ وَیَقُوْلُ : مَاضَرَّ عُثْمَانَ مَا عَمِلَ بَعْدَ الْیَوْمِ ، مَرَّتَیْنِ. (رواہ احمد)

''حضرت عبدالرحمٰن بن سمرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عثمانؓ نبی ﷺ کے پاس ایک ہزار اَشرفیاں اپنی آستین میں رکھ کر لائے جس وقت آپ غزوۂ تبوک کا سامان کر رہے تھے اور آپ ﷺ کی گود میں ڈال دیں پس میں نے نبی ﷺ کو دیکھا کہ آپ اُن اَشرفیوں کو اُلٹتے پلٹتے تھے اور فرماتے تھے کہ عثمانؓ کو اَب کچھ نقصان نہیں ہو سکتا، آج کے بعد جو چاہیں کریں، دو مرتبہ یہی فرمایا۔''

(۴) عَنْ اَنَسٍؓ اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ صَعِدَ اُحُدًا وَ اَبُوْبَکْرٍ وَ عُمَرُ وَ عُثْمَانُ فَرَجَفَ بِھِمْ فَضَرَبَہٗ بِرِجْلِہٖ فَقَالَ : اُثْبُتْ اُحُدٌ فَاِنَّمَا عَلَیْکَ نَبِیٌّ وَصِدِّیْقٌ وَ شَھِیْدَانِ .
(بخاری شریف رقم الحدیث ۳۶۸۳)

''حضرت اَنس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ ایک روز اُحد پہاڑ پر چڑھے اور آپ ﷺ کے ساتھ اَبوبکرؓ و عمرؓ و عثمانؓ بھی تھے، پہاڑ ہلنے لگا تو آپ ﷺ نے اپنے پاؤں سے اُس کو اِشارہ کیا کہ اے اُحد ٹھہر جا، تیرے اُوپر ایک نبی اور ایک صدیق اور دو شہید ہیں۔''

ف : یہ واقعہ متعدد بار ہوا ہے۔ ایک مرتبہ کوہِ ثبیر پر بھی ایسا ہوا ہے اور اُس وقت بھی آنحضرت ﷺ نے ایسا ہی فرمایا تھا۔

(۵) وَعَنْ اَبِیْ مُوْسٰی الْاَشْعَرِیِّؓ قَالَ کُنْتُ مَعَ النَّبِیِّ ﷺ فِیْ حَائِطٍ مِنْ حِیْطَانِ الْمَدِیْنَةِ فَجَاءَ رَجُلٌ فَاسْتَفْتَحَ ، فَقَالَ النَّبِیُّ ﷺ اِفْتَحْ لَہٗ وَبَشِّرْہُ بِالْجَنَّةِ،فَفَتَحْتُ لَہٗ فَاِذَا اَبُوْبَکْرٍ فَبَشَّرْتُہٗ بِمَا قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ فَحَمِدَ اللّٰہَ

ثُمَّ جَاءَ رَجُلٌ فَاسْتَفْتَحَ فَقَالَ النَّبِیُّ ﷺ اِفْتَحْ لَهٗ وَبَشِّرْهُ بِالْجَنَّةِ فَفَتَحْتُ لَهٗ فَاِذَا عُمَرُ فَاَخْبَرْتُهٗ بِمَا قَالَ النَّبِیُّ ﷺ فَحَمِدَ اللّٰهَ ثُمَّ اسْتَفْتَحَ رَجُلٌ فَقَالَ لِیْ : اِفْتَحْ لَهٗ وَبَشِّرْهُ بِالْجَنَّةِ، عَلٰی بَلْوٰی تُصِیْبُهٗ فَاِذَا عُثْمَانُ فَاَخْبَرْتُهٗ بِمَا قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فَحَمِدَ اللّٰهَ ثُمَّ قَالَ : اَللّٰهُ الْمُسْتَعَانُ. متفق علیه (بخاری : ۳۶۹۳)

''حضرت موسٰی اَشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نبی ﷺ کے ہمراہ تھا، مدینہ کے باغوں میں سے ایک باغ میں آپ ﷺ تھے کہ ایک شخص آیا اور اُس نے دروازہ کھلوایا تو نبی ﷺ نے فرمایا کہ دروازہ کھول دو اور اُس کو جنت کی خوشخبری سنادو، میں نے دروازہ کھول دیا اور دیکھا کہ وہ اَبوبکرؓ تھے، میں نے اُن کو رسولِ خدا ﷺ کے اِرشاد کے مطابق خوشخبری سنادی اُنہوں نے اللہ کا شکر اَدا کیا۔ پھر ایک شخص اور آیا اور اُس نے دروازہ کھلوایا تو نبی ﷺ نے فرمایا کھول دو اور اُس کو بھی خوشخبری جنت کی سنادو چنانچہ میں نے کھول دیا اور دیکھا تو وہ عمرؓ تھے، میں نے اُن کو بھی رسول اللہ ﷺ کے اِرشاد کے مطابق خوشخبری سنادی اُنہوں نے بھی اللہ کا شکر اَدا کیا۔ پھر ایک اور شخص آیا اور اُس نے دروازہ کھلوایا، آپ ﷺ نے فرمایا کہ کھول دو اُس کو بھی جنت کی خوشخبری سنادو ایک مصیبت پر جو اُن کو پہنچے گی، وہ عثمانؓ تھے۔ میں نے اُن کو بھی نبی ﷺ کے اِرشاد کے مطابق خوشخبری سنادی اُنہوں نے بھی اللہ کا شکر اَدا کیا پھر کہا کہ اللہ میری مدد کرے۔''

(۶) عَنْ جَابِرٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ : اُرِیَ اللَّیْلَةَ رَجُلٌ صَالِحٌ کَاَنَّ اَبَابَکْرٍ نِیْطَ بِرَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ وَنِیْطَ عُمَرُ بِاَبِیْ بَکْرٍ وَنِیْطَ عُثْمَانُ بِعُمَرَ ، قَالَ جَابِرٌ فَلَمَّا قُمْنَا مِنْ عِنْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ قُلْنَا : اَمَّا الرَّجُلُ الصَّالِحُ فَرَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ وَاَمَّا نَوْطُ بَعْضِهِمْ بِبَعْضٍ فَهُمْ وُلَاةُ الْاَمْرِ الَّذِیْ بَعَثَ اللّٰهُ بِهٖ نَبِیَّهٗ ﷺ رواه ابوداؤد. (مشکوة شریف رقم الحدیث ۶۰۸۶)

''حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا آج رات ایک نیک شخص کو خواب دِکھایا گیا کہ گویا اَبوبکرؓ رسولِ خدا ﷺ کے دامن سے لٹکائے گئے ہیں اور عمرؓ اَبوبکرؓ کے (دامن سے) اور عثمانؓ عمرؓ کے (دامن) سے۔ حضرت جابرؓ کہتے ہیں کہ جب ہم رسولِ خدا ﷺ کے پاس سے اُٹھے تو ہم نے آپس میں کہا کہ وہ نیک شخص جس کو یہ خواب دِکھایا گیا رسولِ خدا ﷺ ہیں اور ایک کا دُوسرے کے ساتھ لٹکنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ لوگ اِس دین کے حاکم ہوں گے جس کے ساتھ اللہ نے اپنے نبی کو مبعوث کیا ہے۔''

ف : یہ تعبیر خواب رسول اللہ ﷺ کے زمانے ہی میں صحابہ کرامؓ کی زبانوں پر آ گئی۔ اَب اگر یہ بات بھی پسندیدۂ خدا نہ ہوئی تو ضرور وحی کے ذریعے سے اِس کی اِصلاح کی جاتی لہٰذا معلوم ہوا کہ اِن تینوں حضرات کی خلافت پہلے سے مقدر تھی اور سب کو معلوم تھی۔

(۷) عَنْ اَنَسٍ ؓ قَالَ لَمَّا اَمَرَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ بِبَیْعَةِ الرِّضْوَانِ کَانَ عُثْمَانُ ؓ رَسُوْلَ رَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ اِلٰی مَکَّةَ فَبَایَعَ النَّاسُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ اِنَّ عُثْمَانَ فِیْ حَاجَةِ اللّٰہِ وَحَاجَةِ رَسُوْلِہٖ فَضَرَبَ بِاِحْدٰی یَدَیْہِ عَلَی الْاُخْرٰی فَکَانَتْ یَدُ رَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ لِعُثْمَانَ خَیْرًا مِّنْ اَیْدِیْھِمْ لِاَنْفُسِھِمْ . رواہ الترمذی .(مشکوة شریف رقم الحدیث ۶۰۷۴)

''حضرت اَنس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ جب رسولِ خدا ﷺ نے بیعت الرضوان کا حکم دیا تو حضرت عثمانؓ رسولِ خدا ﷺ کے قاصد بن کر مکہ گئے ہوئے تھے کہ لوگوں نے بیعت شروع کی تو رسولِ خدا ﷺ نے فرمایا کہ عثمانؓ اللہ اور اُس کے رسول کے کام سے گئے ہوئے ہیں (لہٰذا اُن کو بھی اِس بیعت میں شریک کرنا ضروری ہے) پھر آپ ﷺ نے اپنا ایک ہاتھ دُوسرے ہاتھ پر مارا اور فرمایا کہ یہ بیعت عثمانؓ کی ہے۔ پس رسولِ خدا ﷺ کا ہاتھ جو عثمانؓ کی طرف سے بیعت کے لیے تھا لوگوں کے ہاتھوں سے جو اپنے لیے تھا بہتر تھا۔''

(۸) عَنْ اَبِیْ بَکْرَةَ اَنَّ رَجُلًا قَالَ لِرَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ رَأَیْتُ کَاَنَّ مِیْزَانًا نَزَلَ مِنَ السَّمَآءِ فَوُزِنْتَ اَنْتَ وَاَبُوْبَکْرٍ فَرَجَحْتَ اَنْتَ وَوُزِنَ اَبُوْبَکْرٍ وَ عُمَرُ فَرَجَحَ اَبُوْبَکْرٍ وَوُزِنَ عُمَرُ وَ عُثْمَانُ فَرَجَحَ عُمَرُ ثُمَّ رُفِعَ الْمِیْزَانُ، فَاسْتَاءَ لَھَا رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ یَعْنِیْ فَسَاءَ ہٗ ذٰلِکَ، فَقَالَ : (خِلَافَةُ نُبُوَّةٍ ثُمَّ یُؤْتِی اللّٰہُ الْمُلْکَ مَنْ یَّشَآءُ). رواہ الترمذی و ابوداؤد. (مشکٰوة شریف رقم الحدیث ۶۰۶۶)

''حضرت اَبوبکر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے رسول خدا ﷺ سے کہا کہ میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ گویا ایک ترازو آسمان سے اُتری اور آپ ﷺ اور اَبوبکر رضی اللہ عنہ تولے گئے تو آپ کا وزن اَبوبکرؓ کے وزن سے زیادہ رہا اور عمرؓ و عثمانؓ تولے گئے تو عمرؓ کا وزن زیادہ رہا پھر وہ ترازو اُٹھالی گئی۔ اِس خواب کو سن کر رسول اللہ ﷺ رنجیدہ ہوئے اور آپ ﷺ نے فرمایا یہ خلافتِ نبوت ہے اِس کے بعد اللہ جس کو چاہے گا بادشاہت دے گا۔''

اِس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ خلافتِ نبوت حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پر ختم ہوگئی اور آیاتِ قرآنیہ خصوصًا آیتِ تمکین اور نیز اور اَحادیث سے ظاہر ہوتا ہے کہ مہاجرینؓ میں سے جو بھی ہوگا اُس کی خلافت ''خلافتِ راشدہ'' ہوگی چنانچہ حضرت علیؓ بھی مہاجرین میں سے تھے اور اُن کی خلافت بھی راشدہ مانی گئی لٰہذا معلوم ہوا کہ خلافتِ نبوت عثمانؓ پر ختم ہوگئی وہ خلافتِ راشدہ کی اعلیٰ قسم ہے جس کو حضرت شیخ ولی اللہ محدث دہلویؒ کی اِصطلاح میں ''راشدۂ خاصہ'' کہتے ہیں۔

(۹) عَنْ اَبِیْ ذَرٍّؓ قَالَ کَانَ النَّبِیُّ ﷺ جَالِسًا وَحْدَہٗ فَجِئْتُ حَتّٰی جَلَسْتُ اِلَیْہِ فَجَاءَ اَبُوْبَکْرٍؓ فَسَلَّمَ ثُمَّ جَاءَ عُمَرُؓ ثُمَّ جَاءَ عُثْمَانُؓ وَبَیْنَ یَدَیْ رَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ سَبْعُ حَصَیَاتٍ فَوَضَعَھُنَّ فِیْ کَفِّہٖ فَسَبَّحْنَ حَتّٰی سَمِعْتُ لَھُنَّ حَنِیْنًا کَحَنِیْنِ النَّحْلِ ثُمَّ وَضَعَھُنَّ فِیْ یَدِ اَبِیْ بَکْرٍؓ فَسَبَّحْنَ حَتّٰی سَمِعْتُ لَھُنَّ حَنِیْنًا کَحَنِیْنِ النَّحْلِ ثُمَّ وَضَعَھُنَّ فَخَرِسْنَ ثُمَّ تَنَاوَلَھُنَّ فَوَضَعَھُنَّ فِیْ یَدِ عُمَرَؓ فَسَبَّحْنَ حَتّٰی

سَمِعْتُ لَهُنَّ حَنِيْنًا كَحَنِيْنِ النَّحْلِ ثُمَّ وَضَعَهُنَّ فَخَرَسْنَ ثُمَّ تَنَاوَلَهُنَّ فَوَضَعَهُنَّ فِيْ يَدِ عُثْمَانَؓ فَسَبَّحْنَ حَتّٰى سَمِعْتُ لَهُنَّ حَنِيْنًا كَحَنِيْنِ النَّحْلِ ثُمَّ وَضَعَهُنَّ فَخَرَسْنَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ هٰذِهٖ خِلَافَةُ نُبُوَّةٍ .(البزار و الطبرانی و البیھقی)

''حضرت اَبوذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک روز نبی ﷺ تنہا بیٹھے ہوئے تھے کہ میں پہنچا اور آپ ﷺ کے پاس بیٹھ گیا پھر اَبوبکر رضی اللہ عنہ آئے اور سلام کر کے بیٹھ گئے پھر عمر رضی اللہ عنہ آئے پھر عثمان رضی اللہ عنہ آئے۔ اور رسول اللہ ﷺ کے سامنے سات کنکریاں پڑی ہوئی تھیں آپ ﷺ نے اُن کو اپنی ہتھیلی میں رکھا اور وہ تسبیح پڑھنے لگیں یہاں تک کہ میں نے اُن کی تسبیح کی گنگناہٹ سنی جیسے شہد کی مکھی کی آواز۔ پھر آپ ﷺ نے اُن کو اُٹھا کر اَبوبکر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں رکھا تو پھر وہ تسبیح پڑھنے لگیں یہاں تک کہ میں نے اُن کی تسبیح کی آواز سنی جیسے شہد کی مکھیوں کی آواز۔ پھر آپ ﷺ نے اُن کو زمین پر رکھ دیا تو پھر وہ خاموش ہوگئیں پھر آپ نے اُن کو لے کر عمر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر رکھا پھر وہ تسبیح پڑھنے لگیں یہاں تک کہ میں نے اُن کی تسبیح کی آواز سنی جیسے شہد کی مکھیوں کی آواز۔ پھر آپ ﷺ نے اُن کو زمین پر رکھ دیا تو وہ خاموش ہوگئیں پھر آپ ﷺ نے اُن کو لے کر عثمان رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر رکھا تو پھر وہ تسبیح پڑھنے لگیں یہاں تک کہ میں نے اُن کی تسبیح کی آواز سنی جیسے شہید کی مکھیوں کی آواز۔ پھر آپ ﷺ نے اُن کو زمین پر رکھ دیا تو وہ خاموش ہوگئیں پھر رسولِ خدا ﷺ نے فرمایا کہ یہ خلافتِ نبوت ہے۔''

ف : یہ روایت اِبن عساکرؒ نے حضرت اَنس رضی اللہ عنہ سے نقل کی ہے اور اِس میں اِتنا مضمون زیادہ ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے بعد پھر جس قدر صحابی بیٹھے ہوئے تھے سب کے ہاتھ میں یکے بعد دیگرے وہ کنکریاں آپ ﷺ نے رکھیں مگر کسی کے ہاتھ میں اُنہوں نے تسبیح نہیں پڑھی۔

(۱۰) عَنْ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدُبٍ اَنَّ رَجُلًا قَالَ : يَارَسُوْلَ اللّٰهِ :اِنِّیْ رَأَيْتُ كَاَنَّ دَلْوًا دُلِّیَ مِنَ السَّمَآءِ فَجَاءَ اَبُوْبَكْرٍ فَاَخَذَ بِعَرَاقِيْهَا فَشَرِبَ شُرْبًا ضَعِيْفًا، ثُمَّ جَاءَ عُمَرُ فَاَخَذَ بِعَرَاقِيْهَا فَشَرِبَ حَتّٰى تَضَلَّعَ ثُمَّ جَاءَ عُثْمَانُ فَاَخَذَ بِعَرَاقِيْهَا فَشَرِبَ حَتّٰى تَضَلَّعَ ثُمَّ جَاءَ عَلِیٌّ فَاَخَذَ بِعَرَاقِيْهَا فَانْتَشَطَتْ وَانْتَضَحَ عَلَيْهِ مِنْهَا شَيْءٌ .

(ابو داؤد جلد ثانی باب الخلافة)

''حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے عرض کیا : یا رسول اللہ ﷺ میں نے خواب میں دیکھا گویا ایک ڈول آسمان سے لٹکایا گیا پھر اَبوبکر رضی اللہ عنہ آئے اور اُنہوں نے اُس کا حلقہ پکڑا اُس سے پانی پیا مگر کمزور طریقے سے، پھر عمر رضی اللہ عنہ آئے اور اُنہوں نے اُس کا حلقہ پکڑ کر پانی پیا یہاں تک کہ وہ شکم سیر ہو گئے، پھر عثمان رضی اللہ عنہ آئے اور اُنہوں نے اُس کا حلقہ پکڑ کر پانی پیا یہاں تک کہ شکم سیر ہو گئے، پھر علی رضی اللہ عنہ آئے اور اُنہوں نے اُس کا حلقہ پکڑا تو وہ ڈول پھٹ گیا اور اُس کی کچھ چھینٹیں اُن پر پڑیں۔'' (جاری ہے)

مخیّر حضرات سے اَپیل

جامعہ مدنیہ جدید میں بحمد اللہ چار منزلہ دارُ الاقامہ (ہوسٹل) کی تعمیر شروع ہو چکی ہے پہلی منزل پر ڈھائی کروڑ روپے کی لاگت کا تخمینہ ہے، مخیّر حضرات کو اِس کارِ خیر میں بڑھ چڑھ کر حصہ لینے کی دعوت دی جاتی ہے، اللہ تعالیٰ قبول فرمائے۔ (اِدارہ)

قسط : ۸ ، آخری

فرقہ واریت کیا ہے، کیوں ہے اور سد باب کیا ہے ؟

﴿ حضرت مولانا منیر اَحمد صاحب، اُستاذ الحدیث جامعہ اِسلامیہ باب العلوم کہروڑ پکا ﴾

اِزالۂ شبہات :

جب بات یہاں تک پہنچی کہ فرقہ واریت سے بچنے اور شیطنت کی اِس دلدل سے نکلنے کے لیے کتاب وسنت کی اُس تحقیق وتشریح کی پابندی کرائی جائے جو اُمت میں متواتر و معمول بہ ہے، اِس کے لیے حکومت کو جبر وتشدد کرنا پڑے تو وہ اِس سے بھی گریز نہ کرے، اِس سے کچھ شبہات پیدا ہوتے ہیں ہم اُن کا اِزالہ کر دینا ضروری خیال کرتے ہیں :

(۱) دین میں جبر نہیں ﴿ لَا اِکْرَاہَ فِی الدِّیْنِ ﴾ آپ کسی کو اِس متواتر تحقیق پر مجبور کیوں کرتے ہیں ؟

جواب : اِس آیت کا مطلب صرف یہ ہے کہ کفار کو جبرًا دین میں داخل نہ کیا جائے، یہی وجہ ہے کہ برسرِ پیکار کفار کو مسلمان فوج کی طرف سے تین چیزوں کا اِختیار دیا جاتا تھا: اِسلام یا اِسلامی حکومت کی ماتحتی اور جزیہ یا تلوار ،لیکن اِسلام میں داخل ہونے کے بعد کتاب وسنت میں جدید تحقیقات وتشریحات کر کے دین میں تحریف کرنے اور فرقہ واریت پیدا کرنے کی اِجازت نہیں ، حدیث شریف میں ہے مَنْ بَدَّلَ دِیْنَہٗ فَاقْتُلُوْہُ [۱] یعنی جو شخص متواتر اور متوارث طریقہ سے حاصل ہونے والے دینِ اِسلام کو تبدیل کر کے فتنہ اور فرقہ واریت پیدا کر دے اور پھر اُس پر مُصِر ہو جائے تو حکومت اُس کو قتل کر دے۔ دینِ اِسلام کی حفاظت اور مسلمانوں کے درمیان مذہبی اِتحاد و یکجہتی کا تقاضا یہی ہے لیکن ایسے فتنہ پرداز کو عوامی سطح پر قتل کرنے کا اور قتل کر کے اَفراتفری اور بدامنی پیدا کرنے کا کسی

---

[۱] بخاری شریف کتاب الجهاد و السیر رقم الحدیث ۳۰۱۷

کو اِختیار نہیں اَلبتہ اُس کو قتل کرنے کا حکومت سے مطالبہ کیا جا سکتا ہے اور اگر حالات کی نزاکت کی وجہ سے قتل مناسب نہ ہو تو کوئی دُوسری سزا بھی دی جا سکتی ہے جس سے وہ فتنہ اور فرقہ واریت ختم ہو جائے۔

(۲) اگر جدید تحقیق نہیں کر سکتے تو جدید مسائل کیسے حل ہوں گے ؟

جواب : جدید تحقیق اُن مسائل میں روا نہیں جن کی تحقیق پہلے ہو چکی ہے اور وہ عملی تواتر و توارث سے چلی آرہی ہے لیکن جدید پیش آمدہ مسائل پر تحقیق ناگزیر ہے، اِس سے فتنہ اور فرقہ واریت پیدا نہیں ہوتی نہ ہونی چاہیے لیکن اِس تحقیق کے لیے بھی کچھ شرائط ہیں :

نمبر۱ : علومِ آلیہ اور علومِ عالیہ میں پوری مہارت یعنی علمِ صرف ،علمِ نحو ،علمِ بیان ،علمِ بدیع ، عربی اَدب ،علمِ تفسیر اور اُصولِ تفسیر ،علم الفقہ اور اُصولِ فقہ ،علم الحدیث و اُصولِ حدیث ،علم الکلام ، علم اَسماءُ الرجال ،علم التاریخ یعنی اَحوالِ ماضی اور موجودہ اَحوال ، زمانہ کا علم اور اِن علوم میں بھی صرف اَبجد شناسی کافی نہیں بلکہ پوری مہارت ہو، اگر پوری مہارت نہ ہو تو اُس علم کے ضروری مسائل کا علم ہو۔

نمبر۲ : جدید مسائل کا حل اِنفرادی طور پر نہ ہو بلکہ شورائی طریقہ پر ہو جیسا کہ اِمام اعظم اَبوحنیفہؒ نے اپنے چالیس جید شاگردوں کی مجلس شورٰی قائم کرکے اُس میں اَحکامِ شرعیہ کے علم کو مدون کیا۔

نمبر۳ : مجلسِ شورٰی کا ہر رُکن علومِ آلیہ اور علومِ عالیہ کا ماہر ہو، متقی ، پرہیزگار، علم و عمل کا جامع ہو اور خالص اِسلامی ذہن رکھتا ہو، مغربی تہذیب و تمدن کا دِلدادہ اور مغربی یورپین اَساتذہ کا تربیت یافتہ نہ ہو۔

نمبر۴ : جدید مسائل کو جب کتاب و سنت کی روشنی میں حل کرنا ہے تو فیصلہ کرنے کی اَتھارٹی علماءِ شورٰی کے پاس ہوگی اَلبتہ جہاں تحقیق مسائل میں وہ جدید معلومات کی ضرورت محسوس کریں وہاں اِن کو جدید علوم و فنون کے وہ ماہرین معلومات فراہم کرنے میں تعاون کریں جن کو بطورِ رُکن شورٰی نامزد کیا جائے۔

نمبر ۵ : جدید مسائل کو حل کرنے میں اُن اُصولوں کو پیشِ نظر رکھا جائے جو مجتہدین اِسلام نے طے کر دیے ہیں، جدید مسائل کا حل اُن اُصولوں کے ماتحت رہ کر ہو، اُن سے بالاتر ہو کر نہیں ہے۔

نمبر ٦ : سب کو مجلس شورٰی کے فیصلے کا پابند کیا جائے ۔ اِنفرادی طور پر اپنی اپنی تحقیق کے پردہ میں فتنہ کھڑا کرنے اور فرقہ واریت پھیلانے کی اِجازت نہ دی جائے اور اگر کسی میں جوشِ تحقیق اِتنا موجزن ہو کہ وہ صبر نہیں کر سکتا تو وہ اپنی تحقیق تحریری طور پر مجلسِ شورٰی میں پیش کر دے، بس اُس کا فرض اَدا ہو گیا۔ ایسی شورٰی حکومت بھی تشکیل دے سکتی ہے اور اگر چاہیں تو علماء اور جدید دیندار ماہرین خود بھی بنا سکتے ہیں۔

(۳) جناب ! اللہ نے قرآن کو آسان کیا ہے ﴿ وَلَقَدْ یَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّکْرِ ﴾ لیکن آپ نے بہت مشکل کر دیا ہے۔

جواب : محترم آپ نے ایسے کام کیا ہے جیسے کوئی ﴿ لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوۃَ ﴾ پڑھے اور ﴿ وَاَنْتُمْ سُکٰرٰی ﴾ کو چھوڑ دے ۔ اِس کے آگے بھی پڑھیں ﴿ فَھَلْ مِنْ مُّدَّکِرٍ ﴾ اَب اِس آیت کا مطلب واضح ہو جاتا ہے اَلبتہ تحقیق ہم نے قرآن نصیحت پکڑنے کے لیے آسان کر دیا ہے کیا ہے کوئی نصیحت پکڑنے والا ؟

اِس کا یہ مطلب نہیں کہ ہم نے اِس کے حصہ قانون کا حل کرنا آسان کر دیا ہے، کیا ہے کوئی حل کرنے والا ؟ دَراصل قرآن وحدیث کے دو حصے ہیں: حصہ قانون اور حصہ پند و وعظ۔ حصہ قانون کو وہی حل کر سکتے ہیں جو کتاب وسنت اور قانونِ شریعت کے ماہر ہوں، اگر قانونِ شریعت والے حصہ کا حل کرنا آسان ہوتا تو سحری کے وقت سرورِ کائنات ﷺ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کو سینہ کے ساتھ لگا کر ہاتھ اُٹھا کر یہ دُعا نہ فرماتے :

اَللّٰھُمَّ عَلِّمْہُ الْکِتَابَ وَفَقِّھْہُ فِی الدِّیْنِ .

''اے اللہ ! اِس بچے کو کتاب اللہ کا علم اور قانونِ شریعت میں مہارت عطا فرما۔''

اِسی مہارت کا نام ''فقہ فی الدین'' ہے ۔ دیکھئے اَنگریزی قانون اِنسانوں کا بنایا ہوا ہے اِس کے باوجود اُس کی وضاحت کرنے کا حق صرف اور صرف جج اور وکیل کو ہے اِن کے علاوہ کوئی کتنا بھی تعلیم یافتہ اور دانشور ہو اُس کو وضاحت کرنے کا حق نہیں اور اگر وہ وضاحت کرے گا تو اُس کا اِعتبار نہ

ہوگا، وضاحت اور تشریح وہی معتبر ہوگی جو وکیل اور جج کریں گے۔ اِسی طرح قانون کی وضاحت میں ایک وکیل دُوسرے وکیل سے، ایک جج دُوسرے جج سے اِختلاف کر سکتا ہے لیکن ہر ایک کو وکیل یا جج سے اِختلاف کرنے کا حق نہیں حتی کہ بعض مرتبہ عدالت میں وکیل اور جج کے درمیان اِختلاف ہو جاتا ہے آپس میں بحث بھی ہو جاتی ہے اُس کو توہینِ عدالت تصور نہیں کیا جاتا، نہ وکیل پر توہینِ عدالت کا کیس ہوتا ہے لیکن اگر کوئی دُوسرا شخص عدالت میں جج کے ساتھ کسی قانونی نکتہ پر اِختلاف و بحث کرے تو توہینِ عدالت کا کیس ہو جائے گا۔ اور ہر فن میں ماہرِ فن کی رائے ہی معتبر ہوتی ہے اور اُس فن کے ماہرین ہی آپس میں کسی فنی مسئلہ میں اِختلاف کا حق رکھتے ہیں، دُوسروں کی نہ رائے معتبر ہے نہ اُن کو اِختلاف کرنے کا حق، لیکن اِسلامی حکومت نہ ہونے کی وجہ سے یا اِسلامی حکومت کی گرفت کمزور ہونے کی وجہ سے کتاب و سنت اور قانونِ شریعت کے بارے میں ہر ایک کو رائے زنی کرنے کا اور مجتہدین اِسلام کی متواتر و مسلّمہ تحقیقات سے اِختلاف کرنے کا بلکہ اُن کی تحقیقات و تشریحات کو رَد کر کے اپنی جاہلانہ تحقیقات و تشریحات کرنے کا حق ہے، اِس لیے جو آدمی قانونِ اِسلام میں مہارت نہیں رکھتا وہ قرآن و حدیث کا موعظت والا حصہ پڑھ کر نصیحت حاصل کرے اُس سے نصیحت پکڑنا بہت آسان ہے۔

(۴) کیا اَب کتاب و سنت کے حصہ قانون کا مطالعہ نہ کیا جائے ؟

جواب : مطالعہ کیا جائے لیکن اُس کا طریقہ کار اور ترتیب یہ ہے کہ پہلے باقاعدہ کسی ماہر و دیانتدار اُستاذ کے پاس علومِ آلیہ یعنی صرف و نحو وغیرہ پڑھ کر ماہرینِ شریعت یعنی مجتہدین اِسلام کی تحقیقات و تشریحات پر مشتمل عربی، فارسی، اُردو کتب کو باقاعدہ کسی ماہر اُستاذ کے پاس پڑھا جائے یا اُن کی نگرانی میں مطالعہ کیا جائے پھر اُن تحقیقات و تشریحات کو رَموز و شرح کے طور پر ساتھ لے کر قرآن و حدیث کا مطالعہ کیا جائے اور یہ کوئی عجوبہ نہیں۔ کتنی ہی اہم کتابیں ہیں جن کی شروح لکھی گئی ہیں ہم اُس کتاب کو اُن شروحات کی مدد سے سمجھتے ہیں۔ آج کل ماہر اَساتذہ کے لکھے ہوئے رموز کی مدد سے سکول کی نصابی کتابیں پڑھی پڑھائی جاتی ہیں، اِقبالیات کے سمجھنے کے لیے اُن کی شروحات کو سامنے رکھا جاتا ہے جبکہ یہ سب اِنسانی کتب ہیں اور قرآن تو وحی اِلٰہی ہے اِس کو سمجھنے کے لیے مجتہدین اِسلام نے

اَحادیث رسول اللہ اور اَصحابِ رسول اللہ کے آثار واَقوال کو سامنے رکھ کر خدا داد فقاہت اور فقہی مہارت کے ذریعے قرآن کو سمجھا اور قوانینِ شریعت کو پوری تشریح کے ساتھ مدون کیا۔ ہمارے اَندر چونکہ اِتنی فقاہت اور فقہی مہارت نہیں، نہ اَحادیث واَقوال پر اِتنی وسیع نظر ہے، نہ اِتنا حافظہ، نہ تقوٰی وطہارت، نہ خوف وخشیت، نہ حلال روزی، نہ اِخلاص اور یکسوئی، ہمارے دل و دماغ تو خاندان اور معاشی مسائل میں اُلجھے ہوئے ہیں اور دُنیا سازی میں ہمہ تن مصروف ہیں اِس لیے ہمیں چاہیے کہ ہم اُن کی تشریحات وتحقیقات کو بطورِ شرح کے سامنے رکھ کر قرآن وحدیث کا مطالعہ کریں جبکہ ﴿صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْھِمْ﴾ اور ﴿سَبِیْلِ الْمُؤْمِنِیْنَ﴾ میں اِسی طریقہ کار کی طرف رہنمائی کی گئی ہے۔

(۵) صحابہ کرامؓ کے زمانہ میں نہ یہ علوم تھے اور نہ یہ شروح لیکن قرآن وحدیث کو وہ سمجھتے تھے معلوم ہوا کہ کتاب وسنت کے سمجھنے کے لیے یہ علوم اور شروح ضروری نہیں۔

جواب : پہلی بات یہ ہے کہ عربی صحابۂ کرامؓ کی مادری زبان تھی اور مادری زبان اور اُس کے اِشارات وکنایات اور باریکیاں سمجھنے کے لیے گرائمر وغیرہ کی ضرورت نہیں ہوتی۔ دیکھئے جناب اِس وقت جو قرآن ہمارے ہاتھوں میں ہے اُس پر زیر زبر پیش، جزم، شد، مد، رموز وقف، منزل، رکوع، آیات، پارے وغیرہ کے نمبرات لگے ہوئے نہ تھے لیکن اِس کے باوجود تلاوت کرتے اُن کو کبھی دِقت پیش نہ آئی لیکن بعد میں غیر زبان والوں کو پڑھنے میں مشکلات پیش آئیں تو اُن کی آسانی کے لیے یہ علوم اِیجاد ہوئے مگر سارے غیر زبان والے عجمی لوگ اِن علوم کو نہیں پڑھ سکتے تھے، ایسے بے علم لوگوں کی مشکل پھر بھی حل نہ ہوئی تو قرآن پر اِعراب وغیرہ لگا دیے گئے، اَب اگر کوئی یہ کہے کہ جب صحابہ کرامؓ قرآن کو بغیر اِعراب، بغیر وقف وغیرہ کے پڑھتے تھے تو ہم بھی پڑھ سکتے ہیں لہٰذا اِعراب لگانے کی ضرورت نہیں۔ تو اُن کو یہی کہا جائے گا کہ صحابہ کرامؓ اہلِ زبان تھے عربی اُن کی مادری زبان تھی وہ بغیر صرف ونحو وغیرہ علوم کے اور بغیر اِعراب لگانے کے پڑھ لیتے تھے لیکن ہم اِن علوم کی طرف یا کم اَز کم اِعراب وغیرہ علامات کے محتاج ہیں ہم اِس کے بغیر نہیں پڑھ سکتے۔ اِسی طرح قرآنِ پاک کے سمجھنے کا مسئلہ ہے وہ اہلِ لسان ہونے کی وجہ سے قرآن کو بقدرِ ضرورت سمجھ لیتے تھے لیکن ہم اِن علوم کے بغیر

نہیں سمجھ سکتے۔

دُوسری بات یہ ہے کی خود نبی پاک ﷺ اُن کے سامنے ایک کھلی کتاب تھے، اَوّلاً تو وہ اہلِ زبان ہونے کی وجہ سے قرآن کے ظاہر کو سمجھ لیتے تھے اور ثانیاً سرورِ کائنات ﷺ کے عمل سے بھی وہ بہت کچھ سمجھ لیتے وہ ایک عملی تعلیم تھی۔ ثالثاً اِس کے باوجود جو بات سمجھ نہ آتی وہ سرورِ کائنات ﷺ سے پوچھ لیتے، اِس لیے صحابہ کرامؓ اِن علوم کے محتاج نہ تھے۔ اِس کے باوجود اَعلام الموقعین میں علامہ اِبن قیمؒ لکھتے ہیں وہ صحابہ کرامؓ جو قرآن کے ظاہر و باطن دونوں پر دسترس رکھتے تھے اور قانونِ شریعت کے ماہر تھے یعنی مجتہدین وفقہاء بن کر اجتہاد و فقاہت کے منصب پر فائز ہوئے وہ ایک لاکھ چودہ ہزار صحابہ میں سے صرف ایک سوتیس تھے یہ بھی باقی صحابہ کرام اور تابعین کے لیے شرح کی ضرورت کو پورا کرتے۔ اِسی طرح تابعین میں بھی قانونِ شریعت کی ماہر شخصیات پیدا ہوئیں اُن میں سے مدینہ کے سات تابعین فقہاءِ سبعہ کے نام سے معروف ہیں: (۱) سعید بن المسیب (۲) عروۃ بن الزبیر (۳) قاسم بن محمد بن اَبی بکر الصدیق (۴) خارجہ بن زید بن ثابت (۵) عبید اللہ بن عبداللہ بن عتبہ بن مسعود (۶) سلیمان بن یسار (۷) سالم بن عبداللہ بن عمر، اپنے وقت میں یہ بھی قانونِ شریعت کی شرح کرکے اُس ضرورت کو پورا کرتے۔

جب اِس اِجتہاد و فقاہت والی اَعلیٰ اِستعداد میں کمی بلکہ نابود ہونے کے حالات پیدا ہونے والے تھے تو اللہ تعالیٰ کی تکوینی حکمت کے اِمام اعظم اَبوحنیفہؒ جو اَصاغر تابعین میں سے ہیں اللہ تعالیٰ نے اِن کے اور اِن کے تلامذہ کے ذریعے قانونِ شریعت مدّون کرایا پھر اِس تدوین کے عمل میں مزید ترقی ہوئی، اَب ہمیں اِن علوم کی دو وجہ سے ضرورت ہے، ایک مدونہ کتب کو سمجھنے کے لیے اور پھر اِن مدونہ شروح قرآن وحدیث کی روشنی میں قرآن وحدیث سمجھنے کے لیے بلکہ قدیم عربی زبان جو قرآن وحدیث اور اِن مدونہ کتب کی زبان ہے اُس کو سمجھنے کے لیے تو آج کے جدید عرب بھی محتاج ہیں وہ بھی اِن علوم کو پہلے پڑھتے ہیں پھر سمجھتے ہیں تو ہم غیر زبان کے عجمی لوگ کیسے مستغنی ہو گئے۔

(۶) جب کتاب وسنت کے مختلف زبانوں میں تراجم ہو چکے ہیں جیسا کہ ہمارے اُردو میں

قرآنِ کریم اور صحاحِ ستہ کا ترجمہ ہو چکا ہے بس اِن اُردو مترجم کتابوں کو پڑھ کر دین سمجھا جائے، نہ اِن علوم کی ضرورت نہ شروح کی اور نہ ہی کسی اُستاذ کی ضرورت ہے۔

جواب : چند اُمور ہمارے لیے غور طلب ہیں : ایک یہ کہ پتہ چلا کہ فہمِ دین کا یہ طریقہ غیر فطرتی طریقہ اُردو تراجم کے دور سے شروع ہوا ہے اِس سے پہلے نہ تھا۔ پہلے طریقہ یہ تھا چونکہ مجتہدین کا دور گزر گیا تھا اَلبتہ اپنے زمانے میں اُنہوں نے جو علمِ شریعت کی تحقیق کی وہ مدونہ دینی کتب میں محفوظ تھی، بتوفیقِ اِلٰہی کچھ خوش نصیب لوگ دینی علوم اور دینی کتب پڑھتے، اُن کو عرف میں علماء کہا جاتا ہے اور کچھ اِتنا علم بھی حاصل نہ کر سکتے تھے جیسا کہ آج کل بھی لوگوں کی یہ دو قسمیں عیاں ہیں ہمیشہ غیر علماء علماء سے پوچھ کر اُن پر اِعتماد کر کے اُن کی رہنمائی میں عمل کرتے، وہ علماء جو کچھ بتاتے وہ بھی براہِ راست قرآن و حدیث سے اِستنباط نہ ہوتا تھا بلکہ مجتہدینِ سابقین کا تحقیقی و تشریحی اور اِجتہادی ورثہ جو کتبِ دینیہ میں محفوظ تھا اُس کو پڑھ کر اُس کے مطابق شرعی حکم بتاتے اور بے علم لوگ اُس پر عمل کرتے حتی کہ جب اُردو ترجمے ہوئے اور وہ بھی صرف قرآنِ کریم اور صحاحِ ستہ کے تو یہ نظریہ بن گیا کہ اُستاذ کی ضرورت نہ دُوسری دینی کتب کی، بس قرآن کا اُردو ترجمہ اور صحاحِ ستہ کے اُردو تراجم فہمِ دین کے لیے کافی ہیں۔ سو یہ طریقہ ایک جدید بدعت ہے پہلے نہ تھا۔

دُوسری بات یہ کہ اَصحابِ رسول جو عربی دان تھے عربی اُن کی مادری زبان تھی وہ اِس اُردو خواں طبقہ سے قرآن و حدیث کو بہتر سمجھتے تھے اِس کے باوجود اُن میں براہِ راست قرآن و حدیث سے اَحکام اِسلام اَخذ کرنے اور سمجھنے والے مجتہدین ایک لاکھ چودہ ہزار صحابہ کرامؓ میں سے ایک سو تیس تھے آج اُردو خواندہ طبقہ کا ہر فرد کیسے مجتہد بن گیا ؟ وہ کتاب و سنت کے ساتھ اُستاذ کے محتاج تھے وہ اُستاذ و معلم اَصحابِ رسول کے لیے خود رسول اللہ ﷺ، اَصاغر صحابہ کے لیے اَکابر صحابہ پھر تابعین کے لیے صحابہ کرامؓ تبع تابعین کے لیے تابعین، اِسی طرح ہر دور میں اُستاذی شاگردی کے طریقہ تعلیم و تعلم کا سلسلہ جاری رہا اور تعلیم و تعلم کے ذریعہ علم محفوظ رہا۔ اگر اُستاذ کی ضرورت نہ ہوتی تو کتاب اللہ کے ساتھ رسول اللہ نہ بھیجے جاتے، صرف قرآن نازل کر دیا جاتا اور نہ ہی تعلیم و تعلم کی ضرورت تھی وہ خود

ہی مطالعہ کرلیا کرتے پس جب وہ صاحبِ لِسان لوگ اُستاذ کے محتاج ہیں تو آج کل کے یہ غیر زبان والے اُستاذ سے کیسے مستغنی ہوگئے۔

تیسری بات یہ کہ کتاب وسنت اور علمِ دین کی خصوصیت کیوں ؟ بغیر تعلیم وتعلم کے اور بغیر اُستاذ کے ڈاکٹری، اِنجینئرنگ، سائنس، وغیرہ علوم میں محض مطالعہ پر اِکتفا کیوں نہیں کرلیا جاتا جبکہ اِن میں سے ہر علم وفن میں اُردو کتب کا وسیع ذخیرہ موجود ہے جو قرآن وحدیث کے تراجم کے مقابلہ میں مفصل اور واضح ہیں۔لیکن اِن علوم میں تو حالت یہ ہے کہ دُوسرے اُستاذ بنائے جاتے ہیں یعنی سکول، کالج کے اُستاذ علیحدہ اور ٹیوشن پڑھانے والے علیحدہ۔

چوتھی بات یہ کہ پورا دین سمجھنے کے لیے محض قرآن اور صحاحِ ستہ کا ترجمہ ناکافی ہے۔ ہمارے ایک دوست نے غیر مقلدوں کے ایک جید عالمِ دین اور مناظر پر شرط رکھی کہ وہ پورے دین کے مسائل نہیں صرف نماز کا مکمل طریقہ اور نماز کے ضروری مسائل صرف صحاحِ ستہ سے سکھادیں، میں اہلِ حدیث مذہب قبول کرلوں گا۔ وہ اِس پر آمادہ نہ ہوئے۔ اِس کا مطلب یہ ہوا کہ وہ بھی سمجھتے ہیں کہ قرآن اور صحاحِ ستہ کا اُردو ترجمہ دین سمجھنے کے لیے کافی نہیں، اِس کے لیے صحاحِ ستہ کے علاوہ اَحادیث وآثار کا بہت ذخیرہ ہے جو ضروری ہے، وہ نہ صحاحِ ستہ میں ہے نہ حدیث کی دُوسری مروجہ کتب میں ہے مثلاً اِمام بخاریؒ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک لاکھ صحیح اَحادیث میں سے صحیح بخاری کا اِنتخاب کیا ہے اور صحیح بخاری میں تکرار ختم کرکے کل اَحادیث کی تعداد چار ہزار ہے۔ سوال یہ ہے کہ باقی چھیانوے ہزار صحیح اَحادیث کہاں ہیں ؟ اِمام اَحمد بن حنبلؒ کو چھ لاکھ صحیح اَحادیث یاد تھیں لیکن مسند اَحمد میں اِن میں سے چند ہزار ہیں باقی حدیثیں کہاں ہیں ؟ کتاب الآثار کا چالیس ہزار اَحادیثِ صحیحہ سے اِنتخاب ہے باقی اَحادیث کہاں ہیں ؟ جبکہ مجتہدین کے سامنے وہ سب اَحادیث وآثار تھے اور کوئی بھی صاحبِ علم اپنے پورے علم کو کتاب میں منتقل کربھی نہیں سکتا جو کچھ اُس کی کتاب میں ہوگا وہ اُس کے علم کا کچھ ہی حصہ ہوگا۔ جب یہ صورتِ حال ہے تو دین سمجھنے کے لیے صرف قرآن کا اُردو ترجمہ اور صحاحِ ستہ کے اُردو تراجم کیونکر کافی ہوسکتے ہیں ؟ جبکہ صحاحِ ستہ کی اَحادیث ملاکر چھ سات ہزار سے زیادہ نہیں ہیں۔ اَصل

بات یہ ہے کہ دین اور علم دین کی عظمت و اہمیت ہی ختم ہو چکی ہے اور خوفِ خدا دِل سے نکل چکا ہے اِس لیے اِس کی تحقیق پر جاہل سے جاہل آدمی بھی دلیر ہے۔

(۷) اگر خود تحقیق نہ کریں تو ذہنی جمود پیدا ہو جائے گا ذہنی اِرتقاء رُک جائے گا۔

جواب : اِس کا اَوّلاً جواب یہ ہے کہ ہمارا مطلب یہ ہے کہ ماہرین کاملین کے تحقیق شدہ مسائل کی ناقصین کو دوبارہ تحقیق کرنے کی ضرورت نہیں جیسا کہ ڈاکٹر کے نسخہ کی مریض کو چیک کرنے کی یا اپنے طور پر تحقیق کر کے نسخہ تجویز کرنے کی اِجازت نہیں۔ رہے جدید حالات کے تحت پیش آنے والے جدید مسائل، وہ بہر کیف حل کرنے پڑیں گے جن کی وجہ سے ذہنی بالیدگی، ذہنی اِرتقاء اور علمی ترقی جاری رہے گی۔

ثانیًا جواب یہ ہے کہ حالاتِ زمانہ کے بدلنے سے طرزِ اِستدلال بھی بدلتا ہے اِس لیے یہ ضرورت ہر زمانہ میں باقی رہتی ہے کہ حالاتِ زمانہ کے مطابق اُن ہی قدیم تحقیقات کو جدید دلائل کے ساتھ مدلل کر کے پیش کیا جائے نیز ماہرینِ شریعت کی تحقیق کے مطابق اَحکامِ شرعیہ کی حکمتیں اور اَسرار جدید علوم وفنون کی روشنی میں تلاش کی جائیں مثال کے طور پر بول و براز کی وجہ سے وضو کے لازم اور منی کی وجہ سے غسل لازم کرنے میں کیا حکمت ہے ؟ پھر وضو ٹوٹنے میں حدث لاحق ہوتی ہے پورے بدن میں مگر حکم ہے چہرے، بازو اور پاؤں دھونے کا اور سر پہ مسح کرنے کا۔ وضو میں اِن چار اَعضاء کی تخصیص کیوں ہے ؟ پھر اِن چار اعضاء کے دھونے سے پورا بدن پاک ہو جاتا ہے اِس میں کیا حکمت ہے ؟ جدید محققین کی تحقیق کے لیے یہ میدانِ تحقیق بڑا وسیع ہے وہ اِس تحقیق میں اپنے علم وفن کی توانائیاں خرچ کریں اور مزید ترقی کریں۔

ثالثًا عرض یہ ہے کہ ''اِجتہاد'' اور ''اِستشہاد'' میں بڑا فرق ہے۔ مجتہد کا غیر منصوص مسئلہ کو کتاب وسنت کی روشنی میں اَز خود اِجتہاد وفقاہت کے ذریعہ حل کرنا اِجتہاد ہے وہ چونکہ اِس مسئلہ کے ساتھ اپنے تفصیلی دلائل تحریر نہیں کرتا بطورِ خلاصہ صرف شرعی حکم بیان کر دیتا ہے سو اُس نے جو حکمِ شرعی بیان کیا ہے اُس کو بلا چون وچرا اُس مجتہد کی مجتہدانہ مہارت کی شہرت کی بنیاد پر بلا دلیل تسلیم کرنا پھر

کتاب وسنت کا مطالعہ کر کے اُس کے مستدلات اور مؤیدات کو تلاش کرنا اِستشہاد کہلاتا ہے، پس جس کو شوق و جذبہ ہے تحقیق کا وہ اِجتہادی تحقیق کی جگہ اِستشہادی تحقیق کرے اور خوب علمی ترقی اور ذہنی اِرتقاء کی منزلیں طے کرے۔

(۸) مجتہد غیر معصوم تھے اُن سے غلطی ہو سکتی ہے لہٰذا اُن کی تحقیق کو پرکھا جا سکتا ہے اگر وہ پرکھ میں غلط ثابت ہو تو اُس کو چھوڑ کر اُس کی جگہ جدید تحقیق جو صحیح ہو وہ اِختیار کی جا سکتی ہے۔

جواب : خیالاتی اور عقلی دُنیا میں تو یہ بات بالکل درست ہے لیکن واقعات و مشاہدات کی دُنیا میں مشکل ہے بلکہ خلافِ عقل ہے کیونکہ ڈاکٹر کے نسخہ تجویز کرنے میں اور جج کے فیصلہ لکھنے میں غلطی ممکن ہے کیونکہ ڈاکٹر اور جج معصوم نہیں اِس لیے ڈاکٹر کے نسخہ اور جج کے فیصلہ کو پرکھا جا سکتا ہے مگر سوال یہ ہے کہ پرکھنے کا حق کس کو ہے ؟ ہر ذی شعور آدمی سمجھ سکتا ہے کہ ہر آدمی کو یہ حق نہیں بلکہ ڈاکٹر کے نسخہ کو ڈاکٹر اور جج کے فیصلہ کو جج ہی پرکھ سکتا ہے، اِسی طرح مجتہد کی تحقیق پرکھنے کا حق ہے لیکن اُس جیسے مجتہد کو نہ کہ ہر ایک کو۔ ظاہر بات ہے کہ ایم۔اے کے پرچہ کو میٹرک پاس کیسے پرکھ سکتا ہے ؟ پس جیسے یہ خلافِ عقل بھی ہے اَور عملاً ناممکن بھی، اِسی طرح غیر مجتہد شخص کا ماہرِ شریعت مجتہد کی تحقیق کو پرکھنا خلافِ عقل اور عملاً ناممکن ہے۔ باقی غیر ذی شعور اور غیر ذی عقل لوگوں کی دُنیا ہی اپنی ہوتی ہے جس کے ساتھ ذی شعور اور ذی عقل لوگوں کا تعلق ہی نہیں ہوتا۔

(۹) مجتہدین ائمہ کرامؒ کے درمیان چونکہ اِختلاف ہے اِس لیے مجتہدین کی تحقیق پر چلنے کی صورت میں بھی اِختلاف جُوں کا توں باقی رہے گا اور یہی اِختلاف تو فرقہ واریت ہے۔

جواب : اَوّلاً یہ ہے کہ مسائلِ شرعیہ کی دو قسمیں ہیں :

(۱) مسائلِ قطعیہ یعنی وہ مسائل جن کا ثبوت یقینی اور قطعی ہو مثلاً توحید، رسالت، قیامت، صداقتِ قرآن، جنت و دوزخ، وجودِ ملائکہ، ختم نبوت، نزولِ عیسٰی علیہ السلام، عذابِ قبر، حیاتِ اَنبیاء علیہم السلام فی القبور، آخرت میں میزان، پُل صراط، شفاعت، رؤیتِ باری تعالیٰ، پانچ نمازوں کی فرضیت، رمضان کے روزوں کی فرضیت، ذی اِستطاعت پر حج کی فرضیت، زکٰوۃ کی فرضیت، سود کی

حرمت ، زِنا کی حرمت ، چوری ڈکیتی کی حرمت ، شراب کی حرمت ، مسواک کا سنت ہونا ، داڑھی کا سنت ہونا ، قربانی ، اَذان وتکبیر وغیرہ

(۲) مسائلِ ظنیہ یعنی وہ مسائل جن کا ثبوت یقینی و قطعی نہیں بلکہ وہ غلبۂ ظن کے درجہ میں ثابت ہیں مثلاً اللہ تعالیٰ کی صفتِ تکوین مستقل صفت ہے یا صفتِ قدرت میں داخل ہے۔ صفاتِ اِلٰہیہ عین ذات ہیں یا غیر ذات ، عذابِ قبر کی کیفیت ، حیاۃ فی القبر کی کیفیت ، اَنبیاء علیہم السلام اَفضل ہیں یا ملائکہ ، سرورِ کائنات ﷺ کے بعد کون سے نبی اَفضل الانبیا ہیں ، اِیمان کم زیادہ ہوتا ہے یا نہیں ، وضو ، غسل ، نماز ، روزہ ، حج وغیرہ میں سے ہر ایک میں فرائض ، واجبات ، سنن ، مستحبات کتنے ہیں اور کون کون سے ہیں یا وہ مسائل غیر منصوصہ ہیں یعنی کتاب وسنت میں اِن کا ذکر نہیں ہوا جیسے ہر زمانہ کے پیش آمدہ اکثر جدید مسائل ، اِن مسائلِ ظنیہ کو ''مسائلِ اِجتہادیہ'' بھی کہا جاتا ہے۔

دَراصل مسائل کے اِن دو قسموں کی بنیاد دلائل کی دو قسموں پر ہے ، دلائل دو قسم کے ہیں :

(۱) دلائلِ قطعیہ یعنی وہ دلائل جو نبوت کے لحاظ سے قطعی ہیں اور مفہوم کے اِعتبار سے بالکل واضح ہیں جیسے لا اِلٰہ اِلا ھو الحی القیوم ، محمد رسول اللّٰہ ، واقیموا الصلوۃ واٰتوا الزکوۃ ، وغیرہ۔

(۲) وہ دلائل ظنیہ یعنی وہ جن کا ثبوت غلبۂ ظن کے درجہ میں ہے یا اُن کا مفہوم ومعنی غیر واضح ہے مثلاً خبر واحد ، اِس کا ثبوت ظنی ہوتا ہے پھر اگر اِن اَخبارِ آحاد میں تعارض ہو جیسے رفع یدین اور ترکِ قراءۃ خلف الامام اور ترک القراءۃ خلف الامام کی متعارض اَحادیث یا مفہوم کے اِعتبار سے اِس میں مختلف اِحتمالات ہوں جیسے ﴿ وَالْمُطَلَّقٰتُ یَتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ ثَلٰثَةَ قُرُوْٓءٍ ﴾ میں دو اِحتمال ہیں کہ قُرُوْٓء سے مراد طہر ہو یا حیض پس وہ مسائل جو دلائلِ قطعیہ سے ثابت ہیں وہ قطعی ہیں اور جو دلائلِ ظنیہ سے ثابت ہیں وہ ظنی ہیں۔

پھر مسائلِ قطعیہ کی دو قسمیں ہیں :

(۱) وہ مسائل جن کا ثبوت اِتنا قطعی اور واضح ہے کہ اُن کو ہر مسلمان خواہ عالم ہو یا غیر عالم جانتا ہے ، اُن کو ''ضروریاتِ دین'' کہا جاتا ہے مثلاً توحید ، رسالت ، قیامت ، صداقتِ قرآن ، جنت

و دوزخ ، ختمِ نبوت وغیرہ اِن کو ضروریاتِ دین کہا جاتا ہے ، اِن میں سے کسی ایک عقیدہ کا اِنکار خواہ تاویل کے ساتھ ہو کفر ہے۔

(۲) اور وہ مسائل جن کا ثبوت دَورِ اَوّل میں واضح نہ تھا بعد میں اُن کا ثبوت اور دینی و شرعی حکم ہونا اِتنا واضح ہو گیا کہ اُن کو ہر عام و خاص مسلمان جانتا ہے اِن مسائل کو ضروریاتِ اہل سنت والجماعت کہا جاتا ہے جیسے عذابِ قبر ، حیاۃ اَنبیاء علیہم السلام فی القبور وغیرہ ۔ اِن عقائد میں سے کسی عقیدے کا اِنکار کفر تو نہیں اَلبتہ اہلِ سنت والجماعت کی جماعتِ حقہ سے خارج ہو جاتا ہے اور مسائل ظنیہ اِجتہادیہ میں سے کسی ظنی مسئلہ کا اِنکار نہ کفر ہے نہ اِس سے اہلِ سنت والجماعت سے خروج لازم آتا ہے۔

یہ بات سمجھ لیجئے کہ فرقہ واریت مسائلِ قطعیہ میں اِختلاف کا نام ہے ، باقی مسائل ظنیہ اِجتہادیہ میں اِختلاف فرقہ واریت نہیں ہے بلکہ یہ اِختلاف تو باعث اَجر ہے ۔ مجتہد مُصیب کو دو اَجر اور مجتہد کو ایک اَجر ملے گا اور اُتنا ہی اَجر ملے گا ہر ایک کے مقلدین کو۔

ائمہ مجتہدین کے درمیان جو اِختلاف ہے وہ مسائلِ اِجتہادیہ میں ہے مسائلِ قطعیہ میں نہیں ہے اِس لیے فقہ کے چاروں مکتبِ فکر اہلِ سنت والجماعت جماعت حق ہیں اور مَا اَنَا عَلَیْہِ وَاَصْحَابِیْ میں داخل ہیں ۔ قرآنِ کریم میں ہے ﴿وَلَا تَکُوْنُوْا کَالَّذِیْنَ تَفَرَّقُوْا وَاخْتَلَفُوْا مِنْ بَعْدِ مَاجَاءَ ھُمُ الْبَیِّنٰتُ﴾ اور باہمی تفرقہ مت ڈالو واضح اَحکام آجانے کے بعد ۔ پتہ چلا کہ قطعی اور واضح اَحکام میں تفرقہ ''فرقہ واریت'' ہے۔

ثانیًا عرض یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی تکوینی حکمت کے تحت ائمہ اَربعہؒ کے مذاہب مدون ہو گئے اور مدون ہو کر ہمیشہ ہمیشہ کے لیے محفوظ ہو گئے اور مختلف ملکوں اور علاقوں میں عملاً رائج اور قانونًا نافذ ہو گئے اِن مذاہبِ اَربعہ میں سے رواج و نفاذ کے اِعتبار سے اللہ تعالیٰ نے فقہ حنفیہ کو زیادہ قبولیت عطا کی ، اِس لیے اِس کی پزیرائی اور پھیلاؤ کا دائرہ بمقابلہ باقی مذاہب ثلثہ کے زیادہ وسیع ہوا اور عملاً طے ہو گیا کہ جس ملک اور جس علاقے میں اِن میں سے جو مذہب قبولیت پا گیا ہے وہاں وہی مذہب چلے گا ، دُوسرے

مذہب والے اِس میں مداخلت کر کے بدامنی کی فضا پیدا نہ کریں گے۔

یہی وجہ ہے کہ اَنگریزوں کی خلافتِ عثمانیہ کے خلاف دہشت گردی سے قبل خلافتِ عثمانیہ کے تحت مکہ و مدینہ میں ساڑھے پانچ سو سال تک حنفیوں کی حکومت رہی جس میں فقہ حنفی بطورِ قانون نافذ تھی لیکن اِتنے طویل عرصہ میں کبھی بھی اَحناف اور غیر اَحناف کے درمیان محاذ آرائی نہیں ہوئی اور اَب تقریبًا ساٹھ سال سے سعودی عرب میں فقہ حنبلی نافذ ہے تب بھی کوئی محاذ آرائی نہیں ہے۔ پاکستان میں فقہ حنفی تھی اور ہے یہاں پر بھی کبھی کسی شافعی یا مالکی یا حنبلی نے کوئی جھگڑا نہیں کھڑا کیا اور اگر اِس مسلک کے حاملین یہاں آتے ہیں تو حنفی لوگ کھلے دل سے اُن کو برداشت کرتے ،ایک دُوسرے کے خلاف نہ محاذ آرائی ہوتی ہے نہ فتوے بازی۔ پس جب ہر علاقے میں وہاں کا متواتر مذہب چلے گا اور دُوسرے حضرات کے لیے اپنے اپنے مذہب پر عمل کرنے کی آزادی برقرار رہے گی تو فرقہ واریت تو کجا اِختلاف بھی نہیں ہوگا جیسا کہ اَب سعودی عرب میں حنفیوں اور حنبلیوں کے درمیان کوئی محاذ آرائی نہیں ہے۔

ثالثًا گزارش یہ ہے کہ اگر ماہرینِ شریعت کی قدیم تحقیق کا اِن جدید محققین کو پابند نہ کیا جائے ہر ایک اپنی سوچ، اپنے فکر اور اپنے ذہن کے مطابق آزادانہ تحقیق کرے تو جتنے جدید محقق ہوں گے اُتنے نئے مذہب بن جائیں گے اور چار فقہوں کو ختم کرتے کرتے ہزاروں جدید فقہیں بنا ڈالیں گے اور ائمہ اَربعہؒ کے اِختلاف سے بچتے بچتے ہزاروں جدید محققین کے درمیان اِختلافات کھڑے ہو جائیں گے جو صرف اِجتہادی اِختلاف نہیں بلکہ فرقہ واریت اور باہمی مخالفت کی مکروہ ترین شکل ہوگی، اسی لیے علامہ اِقبال مرحوم کی یہ نصیحت آبِ زر سے لکھنے کے لائق ہے ؎

زاِجتہادِ عالماں کوتاہ نظر
اِقتداءِ رفتگاں محفوظ تر

فرقہ واریت کی قسمیں :

ایک قابلِ غور بات یہ ہے کہ فرقہ واریت کی کئی قسمیں ہیں : سیاسی فرقہ واریت، لسانی فرقہ واریت، قومی فرقہ واریت، وطنی فرقہ واریت، مذہبی فرقہ واریت، صنفی و مرفتی فرقہ واریت یعنی ہر

قسم وصنف کے لوگوں نے اپنی الگ الگ جتھہ بندی کر کے اپنے اپنے مفادات کی جنگ شروع کر رکھی ہے۔ اِن میں سے زیادہ خطرناک فرقہ واریت کی پہلی چار قسمیں ہیں کیونکہ صنفی فرقہ واریت کے نتیجہ میں اپنی گروہی مفادات کی خاطر زیادہ سے زیادہ اِحتجاج، ہڑتال، جلسے جلوس ہو جائیں گے اور مذہبی فرقہ واریت کے نتیجہ میں جلسے جلوس اِحتجاج ہڑتال کے علاوہ جدا مساجد و مدارس بن جائیں گے، ایک دُوسرے کے خلاف جلسے کر لیں گے لیکن فرقہ واریت کی پہلی چار قسمیں تو اِتنی خطرناک ہیں کہ اِن سے تو ملکوں کے نقشے اور ملکوں کے جغرافیے بدل جاتے ہیں۔ پاکستان کا جغرافیہ بدل گیا جو کبھی مغربی پاکستان ہوتا تھا اَب وہی کُل پاکستان بن گیا جبکہ مشرقی پاکستان بنگلہ دیش بن گیا جس میں بلا شبہ ہزاروں مسلمان شہید ہوئے، نوے ہزار فوج دُشمن کی قید میں چلی گئی اور پوری دُنیا کے سامنے اِس سیاسی، لسانی، وطنی، قومی فرقہ واریت نے پاکستانی قوم کو ذلیل اور رُسوا کر دیا اور سر شرم سے جُھک گئے۔ قائد اعظم محمد علی جناح، لیاقت علی خان جیسے لوگ سیاسی فرقہ واریت کی بھینٹ چڑھ گئے، کتنے گولیوں کے نشانہ بن گئے، کتنی عزتیں پامال ہوئیں، کتنے جانی و مالی نقصانات ہوئے اور کتنے سیاسی حریف ہیں جو اِنتقام کا نشانہ بنے اور کتنے سیاسی حریف ہیں جو بے قصور ہونے کے باوجود جیلوں میں پڑے ہیں اور ظلم وستم کی چکی میں پس رہے ہیں اور محض اپنے سیاسی دُشمنوں سے اِنتقام لینے کے لیے کتنے جھوٹے ڈرامے رَچائے جاتے ہیں اور جُھوٹی کہانیاں بنائی جاتی ہیں لیکن حکومت اِس خطرناک فرقہ واریت کو ختم کرنے کے لیے حکومتی وسائل اِستعمال نہیں کرتی۔

ایک مذہبی فرقہ واریت ہی ہے جو اِن کو نظر آتی ہے وہ اِسی کی مذمت کرتی ہیں اِسی کو ختم کرنے کے پروگرام بناتی ہیں اِن کو تمام برائیاں اِسی کے اِردگرد گھومتی نظر آتی ہیں، کیا اِن کو فرقہ واریت کی مکروہ ترین اور خطرناک ترین قسموں کے مہلک تباہ کن نتائج بد نظر نہیں آتے۔

اَصل بات یہ ہے کہ دین دُشمن عناصر کی مدت سے کوشش ہے کہ علماءِ اِسلام اور دین کے قلعے یعنی اِسلامی مدارس کو مذہبی فرقہ واریت اور دہشت گردی کے حوالے سے اِتنا بدنام کر دیا جائے کہ عوام الناس مدارسِ اِسلامیہ اور علماءِ اِسلام سے اِتنے بدظن ہو جائیں اور مدارس اور اہلِ مدارس سے

اِتنے دُور ہو جائیں کہ وہ تعاون بھی چھوڑ دیں اور علماءِ دین سے دُور ہو کر خود بھی بے دین ہو جائیں اور لوگ بے دینی اور بدنامی کے خوف سے اپنے بچوں کو دینی تعلیم دِلانا چھوڑ دیں۔ درحقیقت فرقہ واریت کا یہ پروپیگنڈا اُس تسلسل کا حصہ ہے جو مشرکینِ مکہ نے سرورِ کائنات ﷺ کے خلاف فرقہ واریت کا اور قریش کو آپس میں لڑانے کا پروپیگنڈا کیا تھا لیکن نہ وہ اَوائلِ زمانے کے دین دُشمن اپنے مکروہ عزائم میں کامیاب ہوئے، نہ اَخیر زمانہ کے یہ دُشمن کامیاب ہوں گے۔

بس دُعا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ علماءِ اِسلام کو خصوصاً اہلِ مدارس اور اہلِ مساجد کو اِخلاص و تقویٰ، علم و فہم اور ہمت و اِستقامت کی قوت و دولت سے مالا مال فرمائیں، آمین۔

مریض و معالج کے اسلامی احکام

صفحات 432

تالیف

حضرت ڈاکٹر مفتی عبدالواحد صاحب دامت برکاتہم (ایم بی بی ایس)

رئیس

☆ دارالافتاء جامعہ دارالتقویٰ لاہور

☆ دارالافتاء جامعہ مدنیہ کریم پارک لاہور

ڈاکٹر، حکماء، ہومیو پیتھک اور حجامہ معالجین کے ساتھ ساتھ ہر مفتی و دارالافتاء کی ضرورت

ٹیسٹ ٹیوب بے بی، انسانی کلوننگ، پوسٹ مارٹم، قتل ترحم، ایڈز، ڈی این اے، ضبط ولادت، دماغی موت و دیگر قدیم و جدید مباحث کے شرعی احکامات پر مشتمل محقق عالم اور ایم بی بی ایس ڈاکٹر کے قلم سے اردو زبان میں ایک اہم کتاب

ہر بڑے مکتبہ پر دستیاب ہے

ناشر مجلس نشریات اسلام، ناظم آباد نمبر 1 کراچی

فون: 021-36600896
021-36601817
0321-2259578

قسط : ۸

اِسلامی معاشرت

﴿ حضرت مولانا مفتی محمد سلمان صاحب منصور پوری، اِنڈیا ﴾

نکاح کرتے وقت کن باتوں کا خیال رہے ؟

اِسرافِ بیجا :

شادیوں میں اِس وقت جس قدر تصنع، دِکھاوا اور اِسراف ہونے لگا ہے وہ بھی توجہ کے قابل اور لائقِ اِصلاح ہے۔ اِسلام نے ہمیں اِس معاملہ میں جس قدر سادگی کا حکم دیا ہے اُسی قدر اِس میں تکلف کا رواج پڑتا جارہا ہے اور مال ودولت کا اِتنا ضیاع ہورہا ہے جس کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا، شادی کی تقریبات میں وہ لوگ جو دینی اُمور میں ایک روپیہ خرچ کرتے ہوئے رنجیدۂ خاطر ہوجاتے ہیں سجاوٹ اور ڈیکوریشن میں ہزاروں اور لاکھوں روپیہ پانی کی طرح فضول بہادیتے ہیں اور اِس کو اپنی عزت کا ذریعہ سمجھتے ہیں، اِسی طرح دعوتوں میں محض نام ونمود اور شہرت کی خاطر ہزاروں لوگوں کو مدعو کیا جاتا ہے اور بلاضرورت طرح طرح کے نہایت قیمتی کھانے پکوائے جاتے ہیں، یہ فضول خرچی اور اِسراف شریعت کی نظر میں نہایت مذموم ہے۔ اِرشادِ خداوندی ہے :

﴿ وَكُلُوْا وَاشْرَبُوْا وَلَا تُسْرِفُوْا اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِيْنَ ﴾ (سُورۃ الاعراف: ۳۱)

''اور کھاؤ اور پیو اور بیجا خرچ نہ کرو۔ اُس کو خوش نہیں آتے بیجا خرچ کرنے والے۔''

اِسی طرح اِرشاد فرمایا گیا :

﴿ وَلَا تُبَذِّرْ تَبْذِيْرًا ○ اِنَّ الْمُبَذِّرِيْنَ كَانُوْا اِخْوَانَ الشَّيَاطِيْنَ ﴾ [1]

''اور (مال کو) بے موقع مت اُڑانا، بے شک بے موقع اُڑانے والے شیطان کے بھائی بند ہیں۔''

---

[1] سُورۂ بنی اِسرائیل ۲۶-۲۷

پھر خاص نکاح جیسی تقریبات میں ہمیں حضراتِ صحابہ ﷺ کا اُسوہ اور طریقہ پیشِ نظر رکھنا چاہیے وہ حضرات مدینہ منورہ میں رہتے تھے اور آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر باش تھے مگر وہ نکاح کرتے اور آنحضرت ﷺ کو اِس کی خبر دینے کی ضرورت نہ سمجھتے تھے۔

حضرت عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کا واقعہ مشہور ہے کہ اُنہوں نے نکاح کر لیا اور آنحضرت ﷺ کو نہیں بتایا جب وہ بعد میں آنحضرت ﷺ کی خدمت میں اِس حالت میں حاضر ہوئے کہ عورتوں کی خوشبو (کا رنگ) اُن کے کپڑوں پر لگا تھا تو پوچھنے پر آنحضرت ﷺ کو اِن کے نکاح کا علم ہوا۔ (مشکوۃ شریف ۲/ ۲۷۷) یہ اِس بات کی دلیل ہے کہ حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم کے نزدیک اِس تقریب کا اُتنا اِہتمام نہیں تھا جتنا بے جا اِہتمام ہم لوگ کرنے لگے ہیں۔

حضرت سلمان فارسیؓ کا واقعہ :

اور اِس بارے میں حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم کا ذوق کیا تھا اِس کا کچھ اَندازہ مشہور صحابی حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کے اِس واقعہ سے لگایا جا سکتا ہے کہ اُنہوں نے قبیلہ کندہ کی ایک عورت سے نکاح کیا، رُخصتی کا اِنتظام عورت کے گھر ہی کیا گیا تھا، جب رات کو حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ اُن کے گھر پہنچے تو اپنے ساتھیوں کو باہر ہی سے واپس کر دیا، جب اَندر تشریف لے گئے تو کیا دیکھتے ہیں کہ کمرہ سجایا گیا ہے۔ آپ نے گھر والوں سے پوچھا کہ کیا کمرے میں آسیبی اَثر ہے یا کعبۃ اللہ اُٹھ کر قبیلہ کندہ میں آگیا ہے (کہ اِس پر پردے ڈال رکھے ہیں) لوگوں نے کہا کہ ایسا کچھ نہیں ہے تو آپ اُس وقت تک کمرے میں داخل نہیں ہوئے جب تک کہ سارے سجاوٹ کے پردے اُتار نہ لیے گئے۔ کمرے میں جا کر آپ نے دیکھا کہ بہت سامان رکھا ہے۔ آپ نے پوچھا کہ یہ سامان کس کا ہے ؟ جواب مِلا کہ یہ آپ کا اور آپ کی بیوی کا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ مجھے میرے محبوب آنحضرت ﷺ نے اِس کی وصیت نہیں فرمائی، آپ نے تو یہ فرمایا ہے کہ میں مسافر کے توشہ کی طرح ہی دُنیوی سامان اپنے پاس رکھوں اِس سے زیادہ نہ رکھوں۔ اِسی طرح حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ

نے کمرے میں بہت سے خدام، غلام، باندیوں کو دیکھا تو آپ نے دریافت کیا کہ یہ کس کے ہیں ؟ جواب دیا گیا کہ یہ بھی آپ کے اور آپ کی بیوی کے ہیں تو آپ نے فرمایا کہ میرے محبوب آنحضرت ﷺ نے مجھے اِس کی وصیت نہیں فرمائی، آپ نے تو یہ حکم دیا ہے کہ میں جس سے نکاح کروں اُس کے علاوہ کچھ نہ لوں، الخ۔(حیاۃ الصحابہ ۲/ ۶۶۸)

اِسی طرح تاریخ میں آتا ہے کہ عبداللہ بن قرط رضی اللہ عنہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں حمص کے گورنر تھے، ایک مرتبہ رات میں گشت کررہے تھے کہ اُس درمیان اُنہوں نے دیکھا کہ ایک شادی میں کچھ لوگ کفار کی مشابہت میں آگ جلارہے ہیں تو آپ نے لوگوں کو دُرّے سے مارا تا آنکہ سب مجمع منتشر ہوگیا۔(حیاۃ الصحابہ ۲/۶۷۲)

اَلغرض کسی بھی طرح کا اِسراف شریعت کی نظر میں اِنتہائی مبغوض ہے اور سلفِ صالحین کے طرزِ عمل کے خلاف ہے اِس سے ہر ممکن اِحتراز ضروری ہے نیز خاص کر نکاح میں یہ اِسراف قلتِ برکت کا ذریعہ بھی ہے جیسا کہ حدیث میں آتا ہے کہ سب سے بابرکت نکاح وہ ہے جس میں سب سے کم خرچ ہو اور ہمارے یہاں اِس کے برخلاف اُس نکاح کی تقریب کو اچھا سمجھا جاتا ہے جس میں سب سے زیادہ فضول خرچی کی جائے۔

بُفے سسٹم :

خاص طور پر دعوتوں میں کھانے کے معاملہ میں اِسراف بہت بڑھتا جارہا ہے، ایک تقریب کے بارے میں معلوم ہوا کہ صاحبِ خانہ نے ۸۰ رطرح کے آئیٹم تیار کیے تھے۔ایک جگہ شادی میں جانا ہوا تو پورا دسترخوان متعدد قسم کے آئیٹموں سے بھرا ہوا تھا اور نت نئی ڈِشوں کی آمد جاری تھی، ہم کھانے سے فارغ ہوگئے لیکن اَخیر تک ڈشیں آتی رہیں۔اور اِس پر مستزاد یہ کہ کھانے کا مسنون طریقہ یعنی زمین پر فرش بچھا کر کھانے کا معمول تو اَب تقریبًا ختم ہو چکا، کیونکہ اَنگریزی فیشن والے لباس اِس طریقہ پر کھانے کے لیے بیٹھنے کے متحمل نہیں ہیں، میز کرسیوں پر کھانے کا سلسلہ چل رہا تھا مگر اَب تو

سب طریقوں کی جگہ بفے سسٹم نے لے لی ہے کہ ''دستِ خود دہانِ خود'' یعنی خود ہی پلیٹ اُٹھائیں خود ہی سالن وغیرہ نکالیں اور پھر جانوروں کی طرح شادی ہال میں ٹہل ٹہل کر جگالی کریں، بھلے ہی اچھی طرح کھایا نہ جائے مگر نام نہاد ''اِسٹینڈرڈ'' پر آنچ نہ آئے، اَلعیاذ باللہ۔

بے پردگی، تصویر کشی وغیرہ :

علاوہ اَزیں تقریباتِ نکاح میں جو منکرات خاص طور پر دیکھنے میں آتے ہیں اُن میں بے پردگی اور بے حجابی بھی ہے۔

اَوّل تو اَب ہمارے یہاں شرعی پردہ ہی کہاں رہا ہے اور جن خاندانوں میں خوش قسمتی سے اِس کا اہتمام اَب بھی باقی ہے اُن میں بھی تقریبات کے موقع پر کھل کر بے پردگی کا مظاہرہ ہوتا ہے اور اِسے عیب نہیں سمجھا جاتا۔ نوجوان لڑکے کھانے وغیرہ کے اِنتظام کے بہانے بے دھڑک شادی کے گھر میں آتے جاتے ہیں، نوجوان لڑکیاں بن ٹھن کر بے پردہ تقریبات میں شریک ہوتی ہیں اور بعض جگہ تو یہ غضب ہوتا ہے کہ عورتوں کو کھانا کھلانے والے ''مرد بیرے'' ہوتے ہیں، یہ بے حیائی ایک مومن کے لیے سوہانِ رُوح ہونی چاہیے مگر اَفسوس ہے کہ اچھے اچھے دیندار حضرات بھی اِس برائی کو برائی نہیں سمجھتے۔

دُوسرے یہ کہ اِن مواقع پر دُولہا کو سلامی کے لیے گھر میں بلایا جاتا ہے اور عورتیں جن میں ۹۵ رفیصد دُولہا کے لیے غیر محرم ہوتی ہیں اُسے گھیر لیتی ہیں اُس کے ساتھ مذاق اور دِل لگی کرتی ہیں اور اِس کھلی ہوئی بے غیرتی کو لازمی اور ضروری خیال کیا جاتا ہے۔ تف ہے اِس بے حیائی پر ! اور ماتم ہے شرم و ناموس کی اِس ذلت و رُسوائی پر !

تیسری اور سب سے بڑی معصیت جو اَب رواج پا گئی ہے وہ فوٹو گرافی اور ویڈیو گرافی کی لعنت ہے جس نے شرم و حیا کے دامن کو بالکل تار تار کر کے رکھ دیا ہے۔ نوجوان لڑکے لڑکیوں کے دُولہا دُولہن کے ساتھ گروپ فوٹو کھینچے جاتے ہیں پھر اُنہیں دوستوں کو تحفہ میں دیا جاتا ہے۔ ویڈیو کے ذریعہ اُن کی فلمیں بنائی جاتی ہیں اور بے شرمی کے ساتھ اُن کی نمائش ہوتی ہے اَلعیاذ باللہ۔ فوٹو گرافی کا

عذاب ہی کیا کم تھا (کہ تصویر بنانے والے سب سے سخت عذاب کے مستحق ہیں) اِس حیا سوز تصویر کشی نے اِسے مزید لعنت کا مستحق بنا دیا ہے۔ عقدِ نکاح جیسی مسنون عبادت اور مبارک مذہبی تقریب میں ایسے عظیم منکرات کا اِرتکاب نہایت جسارت اور بے غیرتی کی بات ہے۔ کاش ہمیں اِس کی سنگینی کا اِحساس ہو اور اِس لعنت سے قوم کو بچانے کی جدو جہد کر سکیں۔

اِسی طریقہ پر تقریبات میں گانے بجانے کا اہتمام اور ریکارڈنگ وغیرہ ایسی واہیات اور قطعًا خلافِ شرع چیزیں ہیں جو ہرگز کسی صاحبِ ایمان کو زیب نہیں دیتیں۔ اِس سے بہرحال دُور رہنا اور دُوسرں کو دُور رہنے کی تلقین کرنا ضروری ہے۔ اور ساتھ میں اِن برائیوں کے سدباب کے لیے اِجتماعی طور پر اور سماجی تحریک کے اَنداز میں مسلسل کام کرنے کی ضرورت ہے۔ (جاری ہے)

قارئین اَنوارِ مدینہ کی خدمت میں اپیل

ماہنامہ اَنوارِ مدینہ کے ممبر حضرات جن کو مستقل طور پر رسالہ اِرسال کیا جارہا ہے لیکن عرصہ سے اُن کے واجبات موصول نہیں ہوئے اُن کی خدمت میں گزارش ہے کہ اَنوارِ مدینہ ایک دینی رسالہ ہے جو ایک دینی اِدارہ سے وابستہ ہے اِس کا فائدہ طرفین کا فائدہ ہے اَور اِس کا نقصان طرفین کا نقصان ہے اِس لیے آپ سے گزارش ہے کہ اِس رسالہ کی سرپرستی فرماتے ہوئے اَپنا چندہ بھی اِرسال فرمادیں اَور دیگر اَحباب کو بھی اِس کی خریداری کی طرف متوجہ فرمائیں تاکہ جہاں اِس سے اِدارہ کو فائدہ ہو وہاں آپ کے لیے بھی صدقہ جاریہ بن سکے۔ (اِدارہ)

قسط : ۸ ، آخری

اربعین حدیثا فی فضل سورة الاخلاص
فضائل سورۂ اِخلاص

﴿ الشیخ محمد یوسف بن عبداللہ الارمیونی ، مترجم مولانا قاری عبدالحفیظ صاحب ﴾

حضرت علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ (م:۹۱۱ھ) کے شاگرد حضرت علامہ یوسف بن عبداللہ بن سعید الحسینی الارمیونی رحمۃ اللہ علیہ (م: ۹۵۸ھ) کی تصنیف ''اربعین حدیثا فی فضل سورة الاخلاص'' جو سورۂ اِخلاص کی فضیلت پر چالیس اَحادیث نبویہ پر مشتمل ہے، اِس کا اُردو ترجمہ جامعہ مدنیہ لاہور کے شیخ الحدیث حضرت مولانا مفتی عبدالحمید صاحب رحمۃ اللہ علیہ (م : ۱۴۲۴ھ/۲۰۰۳ھ) کے فرزندِ اَرجمند حضرت مولانا قاری عبدالحفیظ صاحب نے کیا ہے جس کی اِفادیت کے پیشِ نظر اِسے نذرِ قارئین کیا جارہا ہے۔ (اِدارہ)

مرض الوفات میں پڑھنے کی فضیلت :

(۳۳) عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ الشِّخِّیْرِ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ مَنْ قَرَأَ ﴿ قُلْ ھُوَ اللّٰہُ اَحَدٌ﴾ فِیْ مَرَضِہِ الَّذِیْ یَمُوْتُ فِیْہِ لَمْ یُسْأَلْ فِیْ قَبْرِہٖ وَاَمِنَ ضَغْطَةَ الْقَبْرِ وَحَمَلَتْہُ الْمَلَائِکَةُ بِاَکْتَافِھَا حَتّٰی یُجِیْزُوْہُ عَلَی الصِّرَاطِ .

(حلیة لابی نعیم ج ۲ ص ۲۱۳ . مجمع الزوائد ج ۷ ص ۱۴۵)

''عبداللہ بن شخیر سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اِرشاد فرمایا جس شخص نے اپنے مرض الوفات میں ﴿ قُلْ ھُوَ اللّٰہُ اَحَدٌ﴾ کو پڑھا تو اُس سے قبر میں سوال نہیں کیا جائے گا اور قبر کے بھینچنے (دبانے) سے بھی محفوظ رہے گا اور فرشتے اُسے اپنے کندھوں پر اُٹھا کر پلِ صراط عبور کرا دیں گے۔''

کثرت سے پڑھنے والے کے جنازہ میں فرشتوں کی شرکت :

(۳۴) عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ نَزَلَ جِبْرِیْلُ عَلَیْہِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلَی النَّبِیِّ ﷺ فَقَالَ یَا مُحَمَّدُ مَاتَ مُعَاوِیَةُ بْنُ مُعَاوِیَةَ الْمُزَنِیُّ اَفَتُحِبُّ اَنْ تُصَلِّیَ عَلَیْہِ ؟ قَالَ نَعَمْ. قَالَ فَضَرَبَ بِجَنَاحَیْہِ فَلَا شَجَرَةٌ وَلَا اَكَمَةٌ اِلَّا تَضَعْضَعَتْ، وَرُفِعَ سَرِیْرُہٗ حَتّٰی نَظَرَ اِلَیْہِ وَصَلّٰی عَلَیْہِ وَخَلْفَہٗ صَفَّانِ مِنَ الْمَلٰئِكَةِ كُلَّ صَفٍّ سَبْعُوْنَ اَلْفًا وَقَالَ عَلَیْہِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ بِمَ نَالَ ھٰذِہِ الْمَنْزِلَةَ قَالَ بِحُبِّہٖ ﴿ قُلْ ھُوَ اللّٰہُ اَحَدٌ﴾ وَقِرَاءَتِہٖ اِیَّاھَا ذَاھِبًا وَجَائِیًا وَقَائِمًا وَقَاعِدًا وَعَلٰی كُلِّ حَالٍ.(مسند ابی یعلٰی ۴۲۶۷ . شعب الایمان للبیھقی ۲۳۲۰ ، ۲۳۲۱ . استیعاب علی ھامش الاصابہ ج ۳ حدیث نمبر ۴۳۶)

''حضرت اَنس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جبرئیل علیہ السلام نبی کریم ﷺ کے پاس آئے اور کہا: یا محمد (ﷺ) معاویہ بن معاویہ المزنی فوت ہوگئے ہیں آپ اُن پر نمازِ جنازہ پڑھنا پسند کریں گے ؟ آپ نے اِرشاد فرمایا : ہاں، حضرت جبرئیل علیہ السلام نے اپنے دونوں پَر مارے تو تمام درخت اور تمام ٹیلے نظروں کے سامنے سے ہٹ گئے اور جنازہ کی چارپائی سامنے لائی گئی حتی کہ آپ ﷺ نے اُسے دیکھا اور اُس پر نمازِ جنازہ پڑھی اور آپ کے پیچھے فرشتوں کی دو صفیں تھیں ہر صف میں ستر ہزار فرشتے تھے۔ نبی کریم ﷺ نے جبرئیل سے پوچھا کہ معاویہ نے یہ مقام کیسے پایا ؟ تو اُنہوں نے جواب دیا﴿ قُلْ ھُوَ اللّٰہُ اَحَدٌ﴾ سے محبت کی وجہ سے اور آتے جاتے اُٹھتے بیٹھتے اور ہر حال میں اِس کے پڑھنے کی وجہ سے۔''

اللہ تعالیٰ کی محبت کا سبب ہے :

(۳۵) عَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھَا اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ اَمَّرَ رَجُلًا عَلٰی سَرِیَّةٍ وَكَانَ یَقْرَأُ فِیْ صَلٰوتِہٖ لِاَصْحَابِہٖ فَیَخْتِمُ بِہٖ ﴿ قُلْ ھُوَ اللّٰہُ اَحَدٌ﴾ فَذَكَرُوْا ذٰلِكَ

لِرَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ فَقَالَ اسْئَلُوْہُ لِاَیِّ شَیْ ءٍ یَصْنَعُ ذٰلِکَ ؟ قَالَ لِاَنَّھَا صِفَۃُ الرَّحْمٰنِ فَاَنَا اُحِبُّ اَنْ اَقْرَأَھَا فَقَالَ النَّبِیُّ ﷺ اَخْبِرُوْہُ اَنَّ اللّٰہ یُحِبُّہٗ. (بخاری باب التوحید. مسلم باب صلوۃ المسافرین. نسائی باب الافتتاح)

''حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ایک شخص کو ایک فوجی دستہ پر اَمیر مقرر کیا یہ جب اپنے ساتھیوں کو نماز پڑھاتے تو ﴿ قُلْ ھُوَ اللّٰہُ اَحَدٌ﴾ پر نماز کو ختم کرتے ،اُن لوگوں نے اِس کا نبی کریم ﷺ سے ذکر کیا تو آپ نے اِرشاد فرمایا اُن سے پوچھو یہ ایسا کیوں کرتے تھے ؟ اُنہوں نے جواب دیا اِس لیے کہ اِس میں اللہ تعالیٰ کی صفات بیان کی گئی ہیں لہٰذا میں اِس کے پڑھنے کو پسند کرتا ہوں، اِس پر نبی کریم ﷺ نے فرمایا اُسے بتلا دو کہ اللہ تعالیٰ بھی اُس سے محبت کرتے ہیں۔''

سورۂ اِخلاص کی محبت جنت میں داخلہ کا سبب ہے :

(۳۶) عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اَنَّ رَجُلًا قَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اَنَا اُحِبُّ ھٰذِہِ السُّوْرَۃَ ﴿ قُلْ ھُوَ اللّٰہُ اَحَدٌ﴾ قَالَ اِنَّ حُبَّکَ اِیَّاھَا یُدْخِلُکَ الْجَنَّۃَ. (بخاری باب الصلوۃ ج ۱ ص ۱۴۱ ، ترمذی باب فضائل القرآن ۲۹۰۱ ، مسند ابی یعلی ۳۳۳۵. بیھقی ج ۲ ص ۶۰)

''حضرت اَنس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ میں اِس سورۃ یعنی ﴿ قُلْ ھُوَ اللّٰہُ اَحَدٌ﴾ سے محبت کرتا ہوں۔آپ نے فرمایا: اِس کی محبت تجھے جنت میں داخل کردے گی۔''

سورہ اِخلاص وسورہ فاتحہ سے شفاء حاصل کرو :

(۳۷) عَنْ رَجَاءٍ وَّکَانَتْ اُصِیبَتْ یَدُہٗ یَوْمَ الْجَمَلِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ اِسْتَشْفُوْا بِمَا حَمِدَ اللّٰہُ بِہٖ نَفْسَہٗ قَبْلَ اَنْ یَّحْمِدَہٗ خَلْقُہٗ وَبِمَا مَدَحَ اللّٰہُ بِہٖ نَفْسَہٗ

قُلْتُ وَمَاذَا بِاَبِیْ وَاُمِّیْ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ ؟ قَالَ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ ﴿ قُلْ ھُوَ اللّٰہُ اَحَدٌ﴾ فَمَنْ لَّمْ یَشْفِہِ الْقُرْآنُ فَلَا شَفَاہُ اللّٰہُ. (جمع الجوامع ج ا ص ۱۰۵)

''حضرت رجاء رضی اللہ عنہ کا ہاتھ جنگِ جمل کے موقع پر زخمی ہوگیا تھا اُس موقع پر آپ نے فرمایا کہ رسولِ اکرم ﷺ کا اِرشاد ہے کہ اِس سورت سے شفا حاصل کرو جس سے اللہ تعالیٰ نے خود اپنی حمد فرمائی ہے اِس سے پہلے کہ مخلوق اُس کی حمد کرتی اور اُس سورۃ سے شفا حاصل کرو جس سے اللہ تعالیٰ نے خود اپنی مدح فرمائی ہے۔ حضرت رجاءؓ کہتے ہیں میں نے عرض کیا کہ میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں اے اللہ کے رسول ﷺ وہ کون سی سورتیں ہیں ؟ فرمایا الحمدللہ (سورہ فاتحہ) اور (سورہ اِخلاص) ﴿ قُلْ ھُوَ اللّٰہُ اَحَدٌ﴾ جسے قرآن سے شفا نہ ہو خدا اُسے شفا نہ دے۔''

اللہ تعالیٰ کے غصہ کو ٹھنڈا کرتی ہے :

(۳۸) عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اِذَا نُقِسَ النَّاقُوْسُ اِشْتَدَّ غَضَبُ الرَّحْمٰنِ عَزَّوَجَلَّ فَتَنْزِلُ الْمَلٰئِکَۃُ بِاَقْطَارِ الْاَرْضِ فَلَا یَزَالُوْنَ یَقُوْلُوْنَ ﴿ قُلْ ھُوَ اللّٰہُ اَحَدٌ﴾ حَتّٰی یَسْکُتَ غَضَبُہٗ عَزَّ وَجَلَّ. رواہ الطبرانی موقوفًا. (القرطبی ج ۸)

''حضرت اَنس رضی اللہ عنہ سے موقوفاً مروی ہے کہ جب ناقوس بجایا جاتا ہے تو اللہ کا غصہ بڑھ جاتا ہے اِس موقع پر فرشتے رُوئے زمین پر اُتر کر ﴿ قُلْ ھُوَ اللّٰہُ اَحَدٌ﴾ پڑھنے لگ جاتے ہیں اور غصہ ٹھنڈا ہونے تک پڑھتے رہتے ہیں۔''

سورۂ اِخلاص کا دم :

(۳۹) عَنْ عَلِیٍّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ لَدَغَتِ النَّبِیَّ ﷺ عَقْرَبٌ وَھُوَ یُصَلِّیْ فَلَمَّا فَرَغَ قَالَ لَعَنَ اللّٰہُ الْعَقْرَبَ لَا تَدَعُ مُصَلِّیًا وَلَا غَیْرَہٗ ثُمَّ دَعَا بِمَاءٍ وَ مِلْحٍ وَجَعَلَ یَمْسَحُ عَلَیْھَا وَیَقْرَاُ ﴿ قُلْ ھُوَ اللّٰہُ اَحَدٌ وَ قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ.﴾ (مصنف اِبن ابی شیبہ ج ۵ ص ۴۴ . شعب الایمان ۲۳۴۰ . مجمع الزوائد ج ۵ ص ۱۱۱)

''حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ کو نماز کی حالت میں بچھو نے ڈس لیا، جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو آپ نے فرمایا بچھو پر خدا کی پھٹکار ہو یہ نہ نمازی کو چھوڑتا ہے نہ غیر نمازی کو، پھر آپ نے پانی اور نمک منگوا کر زہر والی جگہ پر لگا کر ﴿ قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ﴾ اور ﴿ قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ ﴾ پڑھ کر دم کیا۔''

سورۂ اخلاص کی مستقل تلاوت :

(۴۰) عَنْ عَامِرِبْن عَبْدِ قَيْسٍ قَالَ مَنْ قَرَأَ ﴿ قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ﴾ فَلَا يَقْرَأُ مَعَهَا شَيْئًا مِّنَ الْقُرْآنِ اِسْتِقْلَالًا لِاَ نَّهَا نِسْبَةُ الرَّحْمٰنِ مِنْ اَوَّلِهَا اِلٰى آخِرِهَا. (اخرجه ابن............ فى فضائل القرآن ۲۶۰)

''حضرت عامر بن عبد قیس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جو شخص ﴿ قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ﴾ پڑھے تو اُس کے ساتھ قرآن میں سے کچھ اور نہ پڑھے اِسے مستقل رکھنے کے لیے کیونکہ یہ اَز اَوّل تا آخر اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب ہے۔''

حاصلِ مطالعہ

﴿ حضرت مولانا نعیم الدین صاحب، اُستاذ الحدیث جامعہ مدنیہ لاہور ﴾

حضرت عمر کا اَندازِ جہانبانی :

خواجہ عزیز الحسن مجذوب تحریر فرماتے ہیں :

''اِس پر اَحقر کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ایک واقعہ یاد آیا جو ایک صاحب ''اِحیاء العلوم'' سے نقل کرتے تھے کہ ایک بار حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک صاحب کو کسی مقام کا عامِل مقرر کر کے بھیجا اور ضروری ہدایات دیتے ہوئے کچھ دُور تک اُن کے ہمراہ بھی تشریف لے گئے جیسا کہ آپ کا معمول تھا، راستہ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو بہت سے بچے آکر محبت سے لپٹ گئے اور آپ بھی بہت شفقت سے اُن کو پیار کرنے لگے، اِس پر اُن عامِل نے حیرت سے کہا کہ میں تو خاص اپنے بچوں کو بھی منہ نہیں لگاتا اور آپ نے غیروں کے بچوں کو بھی اِتنا منہ لگا رکھا ہے۔ یہ سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اُن سے فرمایا کہ بس تم واپس چلو تم عامِل مقرر کیے جانے کے قابل نہیں کیونکہ جب تم کو اپنے خاص لڑکوں ہی کے اُوپر شفقت نہیں تو رعایا کے اُوپر کیا شفقت کروگے۔'' (اَشرف السوانح ج ۲ ص ۴۹)

عدل واِنصاف میں مساوات :

حکومت کا عوام الناس کو اِنصاف فراہم کرنا اور اُس میں شاہ وگدا میں مساوات قائم رکھنا یہ اِسلام کا ایک اِمتیازی وصف ہے، دورِ خلافتِ راشدہ میں ایسے واقعات سامنے آتے ہیں جن سے اِس حقیقت کا اِظہار ہوتا ہے، دو چار واقعات نذرِ قارئین کیے جاتے ہیں تاکہ اُن سے سبق حاصل کیا جائے اور اِس بات کا یقین کیا جائے کہ اِسلام کے قانونِ عدل واِنصاف سے بڑھ کر کوئی قانون نہیں۔

(۱) حضرت عمرؓ حضرت زیدؓ کی عدالت میں :

حضرت مولانا سعید اَنصاری صاحبؒ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کے تذکرہ میں تحریر فرماتے ہیں :

''ایک مرتبہ حضرت عمرؓ اور حضرت اُبی بن کعبؓ میں کچھ نزاع ہوئی، حضرت زیدؓ کی عدالت میں مقدمہ دائر ہوا، حضرت عمرؓ مدعا علیہ کی حیثیت سے حاضر ہوئے، حضرت زیدؓ نے جیسا کہ آج بھی اُمراء اور رُوساء کو کرسی دینے کا دَستور ہے حضرت عمرؓ کے لیے اپنی جگہ خالی کر دی، لیکن مساوات کا جو اُصول اِسلام نے قائم کیا تھا صحابہ اُس پر نہایت شدت سے عمل پیرا تھے، خصوصًا حضرت عمرؓ نے اِس کو نہایت عام کر دیا تھا، اِس بناء پر حضرت عمرؓ نے زیدؓ سے فرمایا کہ یہ آپ کی پہلی نا اِنصافی ہے، مجھ کو اپنے فریق کے ساتھ بیٹھنا ہے چنانچہ دونوں بزرگ عدالت کے سامنے بیٹھے، مقدمہ پیش ہوا حضرت اُبیؓ مدعی تھے اور حضرت عمرؓ کو اِنکار تھا، شرعًا منکر پر قسم واجب ہوتی ہے لیکن حضرت زیدؓ نے خلافت کے اَدب و اِحترام کی بناء پر مدعی سے درخواست کی کہ اگرچہ یہ قاعدہ نہیں تاہم آپ اَمیر المومنین کو قسم سے معاف کر دیجئے، حضرت عمرؓ نے کہا کہ اِس رعایت کی ضرورت نہیں، فیصلہ میں عمر اور ایک عام مسلمان آپ کے نزدیک برابر ہونے چاہئیں۔'' (سیر الصحابہ ج ۳ ص ۳۴۱)

(۲) حضرت علیؓ حضرت عمرؓ کی عدالت میں :

مؤرخِ اِسلام جناب سیّد صباح الدین عبدالرحمٰن تحریر فرماتے ہیں :

''ایک بار حضرت عمرؓ بیٹھے حضرت علیؓ سے باتیں کر رہے تھے کہ ایک یہودی آیا اور بولا کہ وہ (حضرت) علی پر دعویٰ کرنے آیا ہے، اَمیر المؤمنین حضرت عمرؓ نے یہ سن کر حضرت علیؓ کو مخاطب کر کے فرمایا : اَبوالحسن سامنے کھڑے ہو کر جواب دو، حضرت

علیؓ اُٹھے تو اُن کے چہرہ پر بَل تھا، دعویٰ سنا گیا، مدعی جھوٹا ثابت ہوا وہ چلا گیا تو حضرت عمرؓ نے حضرت علیؓ سے پوچھا جب اِن کو کھڑے ہو کر جواب دینے کو کہا گیا تو وہ چیں بجبیں تھے، کیا وہ یہودی کے برابر کھڑے ہو کر جواب دینا پسند نہیں کرتے تھے۔ حضرت علیؓ نے جواب دیا کہ یہودی کے برابر کھڑے ہونے میں چیں بجبیں ہونے کا سوال نہ تھا، مگر جب اُن کو اَبوالحسن کہہ کر کھڑے ہونے کو کہا گیا تو کنیت سے پکارنا نشانِ عزت ہے خیال ہوا کہ کہیں یہودی یہ نہ سمجھے کہ عدالت کو مدعا علیہ کا خاص لحاظ ہے اِسی لیے مدعی کے مقابلہ میں عزت کے ساتھ مخاطب کیا گیا ہے، اگر وہ ایسا سمجھ لیتا تو ہماری عدالت پر دَھبہ لگتا۔'' (اِسلام میں مذہبی رواداری ص ۱۱۰)

(۳) محمد بن عمروؓ حضرت عمرؓ کی عدالت میں :

علامہ اِبن جوزیؒ تحریر فرماتے ہیں :

''حضرت اَنس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ ہم حضرت عمرؓ کی خدمت میں حاضر تھے کہ اَچانک ایک مصری شخص آیا اور آکر کہنے لگا : اَمیرالمومنین آپ کا یہ دَربار آپ کے ذریعہ پناہ حاصل کرنے والوں کی جگہ ہونا چاہیے (مطلب یہ ہے کہ میں آپ سے پناہ طلب کرنے آیا ہوں مجھے پناہ ملنی چاہیے) آپ نے فرمایا : تمہارے ساتھ کیا معاملہ ہوا ؟ وہ بولا کہ عَمرو بن عاص (گورنر مصر) نے مصر میں کچھ گھوڑے دوڑائے ، وہ گھوڑے میرے گھوڑے کی طرف بڑھے (تاکہ اِس سے آگے ہو جائیں جبکہ میرا گھوڑا آگے تھا) جب لوگوں نے اُن گھوڑوں کو دیکھا تو عمروؓ بن عاص کا بیٹا محمد اُٹھا اور کہنے لگا فَرَسِیْ وَرَبِّ الْکَعْبَةِ ربِ کعبہ کی قسم یہ میرا گھوڑا ہے جب وہ گھوڑا میرے قریب ہوا تو میں نے اُسے پہچان لیا (کہ یہ میرا ہی گھوڑا ہے) چنانچہ میں نے کہا ربِ کعبہ کی قسم یہ تو میرا گھوڑا ہے محمد بن عمرو اُٹھا اور مجھ پر کوڑے برسانے لگا اور کہنے لگا کہ لے یہ کوڑے کھا (تجھے

پتہ ہونا چاہیے کہ) میں اَشراف زادہ ہوں۔ حضرت اَنس فرماتے ہیں کہ حضرت عمر نے اُس مصری سے فرمایا بیٹھ جا اِس سے زیادہ کچھ نہیں فرمایا پھر آپ نے (اُسی وقت) عمرو بن عاص کو خط لکھا جس کا مضمون یہ تھا کہ :

''جب تمہارے پاس میرا یہ خط پہنچے تو تم فورًا میرے پاس چلے آنا اور اپنے ساتھ اپنے بیٹے محمد کو بھی لیتے آنا۔''

حضرت اَنس فرماتے ہیں کہ (جب عمرو کو وہ خط مِلا اور آپ نے اُسے پڑھا تو) آپ نے بیٹے کو بلا کر پوچھا : کہیں تم نے کوئی نیا کام تو نہیں کر ڈالا یا کوئی جرم تو تم سے سرزد نہیں ہوا ؟ وہ بولا کہ نہیں (ایسا کچھ نہیں ہوا) حضرت عمرو کہنے لگے پھر کیا وجہ ہے کہ حضرت عمر نے خاص طور پر تمہارے بارے میں لکھا ہے کہ اُسے لے کر آنا۔ اَلغرض حضرت عمرو بن عاص حضرت عمر کی خدمت میں حاضر ہو گئے ، حضرت اَنس فرماتے ہیں واللہ میں اُس وقت حضرت عمر کی خدمت میں موجود تھا جب ہم حضرت عمرو سے ملے جو صرف لُنگی اور چادر میں ملبوس آئے تھے ، ہم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ (کو دیکھا کہ وہ) اِدھر اُدھر دیکھ رہے تھے کہ کہیں سے اِن کا بیٹا محمد نظر آجائے ، دیکھا کہ وہ باپ کے پیچھے بیٹھا ہے ، آپ نے دریافت فرمایا مصری کہاں ہے ؟ وہ بولا کہ میں حاضر ہوں۔ آپ نے فرمایا : یہ دُرّہ لے اور اِس اَشراف زادے کو مار ، اِس اَشراف زادے کو مار۔ حضرت اَنس فرماتے ہیں کہ اُس نے اِس قدر مارا کہ اُسے لہولہان کر دیا۔ حضرت عمر نے (محمد بن عمرو سے) فرمایا (اپنے باپ) عمرو کے بل پر کوڑے کھا ، اللہ کی قسم اِس (مصری) نے تجھے جو یہ کوڑے لگائے ہیں یہ تیرے باپ کے اِقتدار کی بدولت ہی لگائے ہیں (یعنی نہ تیرے باپ کو اِقتدار ملتا نہ تجھے اِتنی جراَت ہوتی ، نہ یہ کوڑے لگتے) وہ مصری بولا اَمیر المومنین ! جس نے مجھے مارا تھا میں نے اُسے (بدلے میں) مار لیا۔ حضرت

عمرؓ نے فرمایا : سن بخدا ! اگر تو اِسے مارتا رہتا تو ہم تیرے اور اِس کے درمیان حائل نہ ہوتے تاوقتیکہ تو ہی (تھک کر) اِسے چھوڑتا پھر آپ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے فرمایا " اَیَا عَمْرُو مَتَی اسْتَعْبَدْتُّمُ النَّاسَ وَقَدْ وَلَدَتْھُمْ اُمَّھَاتُھُمْ اَحْرَارًا " اے عمرو ! تم نے کب سے لوگوں کو اپنا غلام سمجھنا شروع کر دیا حالانکہ اُن کی ماؤں نے تو اُنہیں آزاد جنا تھا، پھر آپ مصری کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا کامیابی سے جا اگر پھر کوئی ایسا قصہ پیش آئے تو مجھے لکھ دینا۔'' (مناقب اَمیر المومنین عمر بن الخطاب ص ۹۸)

(۴) فاروقِ اَعظمؓ کے بے لاگ عدل کا ثمرہ :

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اپنے دورِ خلافت میں ایسا عدل و اِنصاف قائم فرمایا تھا جس کی نظیر پیش کرنا مشکل ہے، آپ کے دور میں ہر ایک کو اِنصاف ملتا تھا اُس میں شاہ و گدا اور اَمیر وغریب کی کوئی تفریق نہیں تھی، آپ کی اِنصاف پسندی اور مساویانہ روِش سے یہ حالت ہوگئی تھی کہ ہر جگہ اَمن واَمان قائم ہوگیا تھا، لوگ سکھ اور چین کی زندگی گزارنے لگے تھے۔

آپ حج کے موقع پر تمام مقامات کے گورنروں کو بلاتے تھے اور اُنہیں ہدایات دیا کرتے تھے، عوام الناس کے مسائل سنتے تھے اگر کسی کو کوئی شکایت ہوتی تو اُس کا اِزالہ فرماتے تھے۔

سیّد صباح الدین اِس سلسلہ میں تحریر فرماتے ہیں :

''ایک حج کے موقع پر حضرت عمرؓ نے اپنے تمام عاملوں کو طلب کیا جب اُن کے ساتھ اور لوگ بھی جمع ہوگئے تو اُن سے مخاطب ہو کر فرمایا لوگو ! میں نے اِن عُمّال (گورنرز) کو تمہاری نگرانی کے لیے بھیجا ہے اِن کو اِس لیے نہیں مقرر کیا ہے کہ تمہارے مال، جان، عزت اور آبرو پر دَست دَرازیاں کریں، اگر تم میں سے کسی پر ظلم ہوا ہو تو وہ کھڑا ہو جائے پورے مجمع میں صرف ایک آدمی کھڑا ہو کر بولا :

اَمیر المومنین ! آپ کے ایک عامل نے مجھے سو(۱۰۰) کوڑے مارے ہیں۔ حضرت عمرؓ نے اُس آدمی کو حکم دیا کہ وہ بھی اُن کے سامنے عامل کو سو(۱۰۰) کوڑے مارے، یہ سن کر حضرت عمروؓ بن العاص اُٹھے اور بولے : اَمیر المومنین ! اگر ایسا کیا گیا تو یہ روایت بن جائے گی۔ حضرت عمرؓ نے جواب دیا کہ یہ کیسے ممکن ہے کہ اِس شخص کو اُس عامل سے قصاص نہ دِلواؤں جبکہ رسول اللہ ﷺ کو خود اپنے سے قصاص لیتے دیکھا، حضرت عمروؓ بن العاص نے بیچ بچاؤ کر کے مستغیث کو ایک ایک تازیانے کے بجائے دو دو اَشرفیاں دے کر راضی کیا۔ (کتاب الخراج باب۱۲ فصل۱)۔'' [1]

فاروقِ اَعظم رضی اللہ عنہ نے اپنے دور میں عدل و اِنصاف کی جو روِش اِختیار کی تھی وہ بعد میں بھی چلتی رہی، ایسے واقعات آپ کے دور کے بعد بھی ملتے ہیں چنانچہ ذیل میں ایک واقعہ قاضی شریحؒ کی عدالت کا پیش کیا جاتا ہے :

(۵) حضرت علیؓ قاضی شریحؒ کی عدالت میں :

حضرت مولانا سیّد اَبوالحسن علی ندوی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں :

''حاکم، شعبیؒ سے روایت کرتے ہیں کہ معرکۂ جمل کے موقع پر حضرت علی رضی اللہ عنہ کی زِرہ ضائع (گم) ہوگئی، ایک شخص کو مِلی اُس نے بیچ ڈالی، کسی نے ایک یہودی کے پاس وہ زِرہ دیکھ کر پہچان لیا، اُس کا مقدمہ شریح کے محکمۂ قضاء میں پہنچا، علیؓ کی طرف سے شہادت حسنؓ اور اُن کے غلام قنبر نے دی۔ قاضی شریحؒ نے کہا حسنؓ کے بجائے کوئی اور گواہ لائیے۔ حضرت علیؓ نے فرمایا کیا آپ کو حسن کی شہادت قبول نہیں ہے ؟ کہا نہیں، کیونکہ میں نے آپ کی ہدایت یاد رکھی ہے کہ باپ کے حق میں بیٹے کی شہادت قبول نہیں کی جاتی، پھر یہودی سے کہا کہ یہ زِرہ تم لے لو،

[1] اِسلام میں مذہبی رواداری ص ۱۰۷

یہودی نے کہا : اَمیرالمومنین خود سے مسلمانوں کے قاضی کے پاس آئے اور اُس نے اِن کے خلاف فیصلہ دیا اور اِس پر وہ راضی رہے، واللہ ! اے اَمیرالمومنین آپ نے سچ کہا تھا یہ آپ ہی کی زِرہ ہے، آپ کے اُونٹ سے گری تھی جس کو میں نے اُٹھا لیا تھا اَشْھَدُ اَنْ لَّآاِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰہِ ، حضرت علیؓ نے وہ زِرہ اُس کو بخش دی اور وہ شخص جو اِسلام لایا تھا ہمیشہ آپ کے ساتھ رہا اور صفین کے موقع پر شہید ہوا۔'' (اَلمرتضٰی ص ۳۰۴)

وفیات

حضرت مولانا محمد عاشق اِلٰہی صاحب بلند شہری ثم المدنی رحمۃ اللہ علیہ کی اہلیہ صاحبہ طویل علالت کے بعد ۱۰ر اکتوبر کو مدینہ منورہ میں اِنتقال فرما گئیں۔ اللہ تعالیٰ مرحومہ کی مغفرت فرما کر جنت الفردوس میں اَعلیٰ مقام عطا فرمائے اور لواحقین کو صبرِ جمیل کی توفیق نصیب ہو۔

بانی جامعہ بڑے حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے برادرِ نسبتی اور شیخ الاسلام حضرت مولانا سیّد حسین احمد مدنیؒ کے شاگرد اور مرید، مولانا مفتی محمود الحسن صاحب گنگوہیؒ کے خلیفہ اور حضرت مولانا عبدالحق صاحب مدنیؒ کے صاحبزادے حضرت مولانا محمد اِسماعیل صاحب عثمانی طویل علالت کے بعد دیوبند میں ۱۴ر اکتوبر کو ۸۳ر برس کی عمر میں اِنتقال فرما گئے۔ اللہ تعالیٰ اُن کی مغفرت فرما کر جنت الفردوس میں اَعلیٰ مقام عطا فرمائے اور لواحقین کو صبرِ جمیل کی توفیق نصیب ہو۔

۲۵ر اکتوبر کو محترم سیّد اَسرار صاحب بخاری کی اہلیہ صاحبہ لاہور میں وفات پا گئیں۔

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ

جامعہ مدنیہ جدید اور خانقاہِ حامدیہ میں مرحومین کے لیے اِیصالِ ثواب اور دُعائے مغفرت کرائی گئی اللہ تعالیٰ قبول فرمائے، آمین۔

اَخبار الجامعہ

﴿ جامعہ مدنیہ جدید محمد آباد رائیونڈ روڈ لاہور ﴾

جامعہ مدنیہ جدید کے اُستاذ الحدیث حضرت مولانا محمد حسن صاحب دامت برکاتہم، ناظم کتب خانہ مولانا اِنعام اللہ صاحب اور مدرس مولانا اِسماعیل صاحب حج کی سعادت حاصل کرنے کے بعد بخیر وعافیت واپس تشریف لے آئے، والحمدللہ۔

۱۹؍اکتوبر کو شیخ الحدیث حضرت مولانا سیّد محمود میاں صاحب شیخ الہندؒ اکادمی کے زیر اہتمام ہونے والے ''فقیہ ملت سیمینار'' میں شرکت کی غرض سے ایوانِ اِقبال تشریف لے گئے جہاں آپ نے حضرت گنگوہیؒ کی سیرت پر خطاب فرمایا۔

۲۳؍اکتوبر کو شیخ الحدیث حضرت مولانا سیّد محمود میاں صاحب ''سالانہ ختم نبوت کانفرنس'' میں شرکت کی غرض سے چناب نگر تشریف لے گئے۔

۲۶؍اکتوبر کو شیخ الحدیث حضرت مولانا سیّد محمود میاں صاحب پنجاب یونیورسٹی نیو کیمپس تشریف لے گئے جہاں ختم نبوت سے متعلق اُمور پر مختلف یونیورسٹیوں کے پروفیسر صاحبان سے خطاب فرمایا۔

جامعہ مدنیہ جدید و مسجد حامد
کی تعمیر میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیجیے

بانیٔ جامعہ حضرت اَقدس مولانا سیّد حامد میاں صاحب رحمہ اللہ نے جامعہ مدنیہ کی وسیع پیمانے پر ترقی کے لیے محمد آباد موضع پاجیاں (رائیونڈ روڈ لاہور نزد چوک تبلیغی جلسہ گاہ) پر برلب ِسڑک جامعہ اور خانقاہ کے لیے تقریباً چوبیس ایکڑ رقبہ ۱۹۸۱ء میں خرید کیا تھا۔ جہاں الحمد للہ تعلیم اور تعمیر دونوں کام بڑے پیمانہ پر جاری ہیں۔ جامعہ اَور مسجد کی تکمیل محض اللہ تعالیٰ کے فضل اور اُس کی طرف سے توفیق عطاء کیے گئے اہلِ خیر حضرات کی دُعاؤں اور تعاون سے ہوگی۔ اِس مبارک کام میں آپ خود بھی خرچ کیجیے اَور اپنے عزیز واَقارب کو بھی ترغیب دیجیے۔ ایک اَندازے کے مطابق مسجد میں ایک نمازی کی جگہ پر دس ہزار روپے لاگت آئے گی، حسبِ استطاعت زیادہ سے زیادہ نمازیوں کی جگہ بنوا کر صدقۂ جاریہ کا سامان فرمائیں۔

منجانب

سیّد محمود میاں مہتمم جامعہ مدنیہ جدید و اَراکین اَور خدام خانقاہِ حامدیہ

خطوط، عطیات اور چیک بھیجنے کے پتے

سیّد محمود میاں ''جامعہ مدنیہ جدید'' محمد آباد 19 کلو میٹر رائیونڈ روڈ لاہور

فون نمبر : 35330310 - 42 - 92+ فیکس نمبر 35330311 - 42 - 92+

فون نمبر : 37726702 - 42 - 92+ فیکس نمبر 37703662 - 42 - 92+

موبائل نمبر 4249301 - 333 - 92+

جامعہ مدنیہ جدید کا اکاؤنٹ نمبر (0954-020-100-7915-0)MCB کریم پارک برانچ لاہور

مسجد حامد کا اکاؤنٹ نمبر (0954-040-100-1046-1)MCB کریم پارک برانچ لاہور